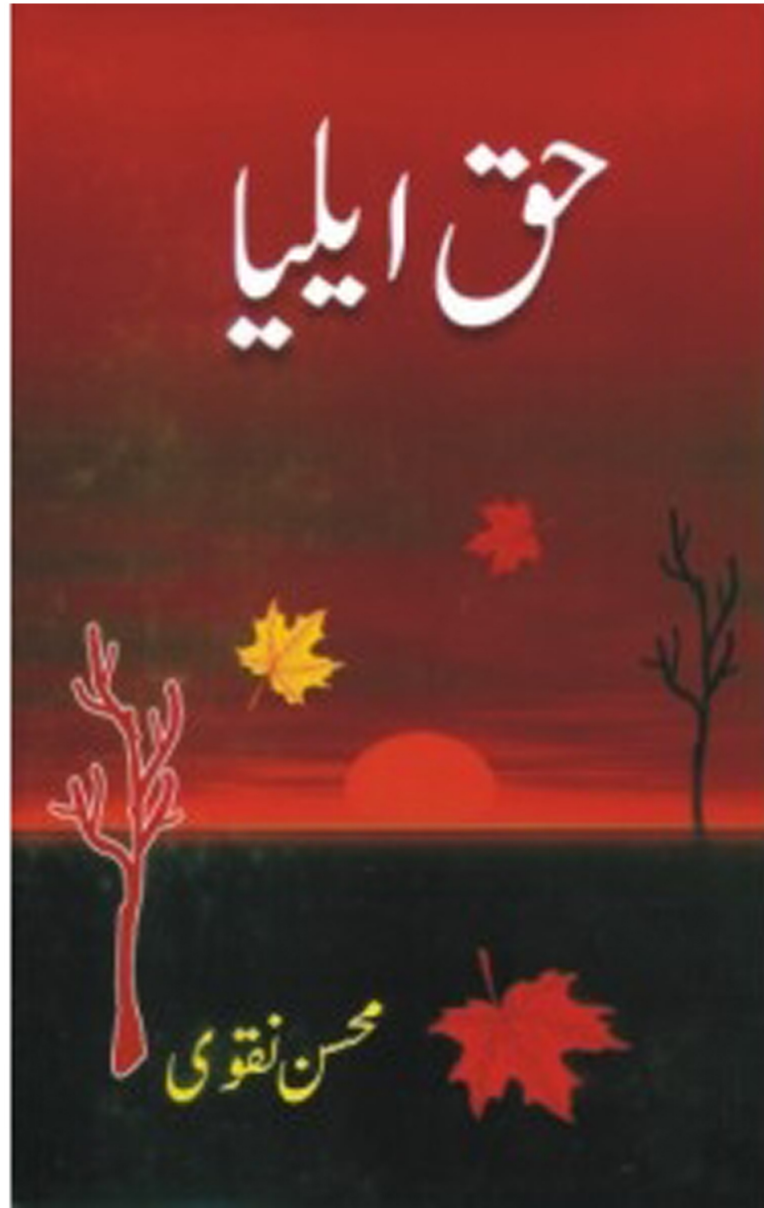


حق ایلیا



شیعہ ملٹریڈیا ڈاٹ کام

حق ایلیا

محسن نقوی

ماورا پبلشرز، بہاولپور روڈ لاہور

باذوق لوگوں کے لیے
ہماری کتابیں
خوبصورت کتابیں
ترکین و اہتمام اشاعت
خالد شریف



محشر میں اس انمول عقیدے کے عوض ہم
بخشش نہ خریدیں تو گنہگار نہ کہنا
جنت میں بھی شبیر ترے غم کی قسم ہے
ماتم نہ کریں ہم تو عزادار نہ کہنا

ضابطہ

۲۰۰۳ء : بار اول
الاشراق کمپوزنگ سنٹر لاہور : کمپوزنگ
190/- روپے : قیمت
شرکت پرنٹنگ پریس لاہور : طابع
ماورا پبلشرز ۳-بہاولپور لاہور : ناشر
فون: 7224500

MAVRA BOOKS
60-The Mall, Lahore.
Ph: 6303390 - 6304063
E-mail-mavraintl@yahoo-com

فهرست

- ۱- حجاب نبوت- ۱- ۱۱
- ۲- حجاب نبوت- ۲- ۱۳
- ۳- حجاب نبوت- ۳- ۱۴
- ۴- حجاب عصمت- ۱۶
- ۵- حجاب امامت- ۱- ۱۸
- ۶- حجاب امامت- ۲- ۲۰
- ۷- حجاب امامت- ۳- ۲۲
- ۸- حجاب خلق- ۱- ۲۴
- ۹- حجاب خلق- ۲- ۲۷
- ۱۰- حجاب شهادت- ۲۸

- ۱۱- اگر ناولی ۲۹
۱۲- ایو طالب ۳۰
۱۳- ۱۳ رجب ۳۳
۱۴- علی کی شادی ۴۷
۱۵- سہرا ۵۱
۱۶- علی ۵۲
۱۷- علی علی کیا کرو ۵۴
۱۸- سودا ۶۳
۱۹- ورود پوترا ب ۶۸
۲۰- خیر ۷۰
۲۱- گھوڑا ۷۳
۲۲- تلوار ۷۴
۲۳- مرکب ۷۵
۲۴- تلوار ۷۶
۲۵- غدیر خم ۷۷

- ۲۶- سحر محشر ۷۸
۲۷- حق ایلیا ۷۹
۲۸- شبیر ۹۳
۲۹- حسین ۹۶
۳۰- مناظرہ زمین و آسمان ۹۹
۳۱- حسین اور کربلا ۱۰۳
۳۲- حسینیت ۱۰۸
۳۳- آدم اور حسین ۱۱۱
۳۴- نوح اور حسین ۱۱۳
۳۵- ابراہیم اور حسین ۱۱۵
۳۶- یعقوب اور حسین ۱۱۷
۳۷- موسیٰ اور حسین ۱۱۸
۳۸- عیسیٰ اور حسین ۱۱۹
۳۹- محمد اور حسین ۱۲۰
۴۰- علی اور حسین ۱۲۱

۳۱- بتول اور حسین ' ۱۲۲

۳۲- حسن اور حسین ' ۱۲۳

۳۳- عباس ' ۱۲۴

۳۴- صفین ' ۱۲۸

۳۵- مملکت العرب (خدیجہ الکبریٰ) ' ۱۳۰

۳۶- قصیدہ جناب امام زین العابدین-۱ ' ۱۳۵

۳۷- قصیدہ جناب امام زین العابدین-۲ ' ۱۳۸

۳۸- قصیدہ امام رضا علیہ السلام ' ۱۴۲

۳۹- مختار آل محمد ' ۱۴۷

۵۰- خاک در بر تراب ' ۱۵۰

۵۱- قطعات ' ۱۵۳ تا ۲۰۷

حجابِ نبوت —۱

ابھی ابھی جس کا تذکرہ تھا، اسی کا لخت جگر تھی وہ بھی
یہ شمسِ افلاک انما ہے اسی کا نورِ نظر تھی وہ بھی
یہ ملکِ تطہیر کا شجر ہے اسی شجر کا ثمر تھی وہ بھی
یہ روحِ واللیل و القمر ہے تو پھر دلیلِ سحر تھی وہ بھی
وہ صدرِ اجلاسِ پنجتن تھی مگر یہ محبوبِ کبریا ہے
نظر جھکا کر درود پڑھ لے وہ فاطمہ تھی یہ مصطفیٰ ہے

اسی کی خاطر سجا رہا ہوں یہ ہفت عالم نگار خانہ
زمین کے یہ رنگ رنگ موسمِ فلک کی رفعت کا شامیانہ
کہیں شہابوں کے تازیانے کہیں ستاروں کا آشیانہ
اسی کا صدقہ بھری خدائی اسی کی خیرات ہے زمانہ
ابھی تو اس نقش کے خدو خال میں کئی رنگ میں بھروں گا
مرا ارادہ ہے روزِ محشر یہ جو کہے گا وہی کروں گا

یہ میم سے ممکناتِ عالم کے آسماں کا مہ مبیں ہے
 یہ ح سے حاکم ہے حکمتوں کا حکیم حق حرزِ مومنین ہے
 یہ میم سے ملتوں کا مرکز، مشیرِ اعمالِ مرسلین ہے
 یہ دال سے درد کی دوا ہے دماغِ چارہ گر یقین ہے

یہی محمدؐ ہے ذلت جس کی فلک پہ مشہور ہو گئی ہے
 اسی کے پردے میں چار ظاہر تھے ایک مستور ہو گئی ہے

حجابِ نبوت — ۲

ابھی ابھی جس کا تذکرہ تھا اسی کا لختِ جگر تھی وہ بھی
 یہ خلقتِ نورِ ایزدی ہے اسی کا نورِ نظر تھی وہ بھی
 یہ منزلِ رہگذار جاں ہے تو پھر متاعِ سفر تھی وہ بھی
 یہ آفتابِ جہانِ دل ہے مگر دلیلِ سحر تھی وہ بھی

وہ زینتِ بزمِ کن فکاں تھی یہ صدرِ اجلاسِ انبیاء ہے
 نظر جھکا کر درود پڑھ لے وہ فاطمہ تھی یہ مصطفیٰ ہے

اسی کی خاطر سجا رہا ہوں یہ ہفت عالم نگار خانہ
 کہیں فضاؤں کی نقشِ بندی کہیں گھاؤں کا شامیانہ
 کہیں ستاروں کی مشعلیں ہیں کہیں شہابوں کا تازیانہ
 اسی کا صدقہ مری خدائی اسی کی خیرات ہے زمانہ

اسی کے نقشِ قدم کے ذرے مہ و نجومِ فلک بنیں گے
 اسی کی صورت کے عکسِ ریزے مرے فرشتے تلک بنیں گے

تمام نبیوں کے قافلے کا یہی تو سالارِ کارواں ہے
میں بے نشان ہوں مگر اسی کے وجود میں ہی مرانشاں ہے
یہ آشنائے مزاجِ رحمت ہے بخششوں سے بھرا جہاں ہے
اسی کا رستہ ہی دو جہاں میں نجاتِ آخر کی کہکشاں ہے

میں اس کا طالب ہوں سوچ لینا کہ میرا مطلوب بھی یہی ہے
ہے اس کی تعظیم تجھ پہ واجب کہ میرا محبوب بھی یہی ہے

یہ کاروانِ ام کا سلطان اسی کو چھتی ہے کجکھائی
کہ اس کی نعلین کو ترستی ہے دو جہانوں کی بادشاہی
یہی تو ہے جو فرازِ فاراں پہ جا کے دے گا مری گواہی
اسی کا کلمہ پڑھیں گے سارے شجرِ حجر مرغ و مہر و ماہی
مری رضا چاہیے تو میرے حبیب کے دل کو شاد رکھنا
یہ تیری خلقت سے پیشتر بھی نبی تھا یہ بات یاد رکھنا

یہ میم سے ممکناتِ عالم کے آسماں کا مہ جبین ہے
یہ ح سے حاکم ہے حکمتوں کا حکیم حق، حرزِ مومنین ہے
یہ میم سے ملتوں کا مرکز، مشیرِ اعمالِ مرسلین ہے
یہ دال سے درد کی دوا ہے دماغِ چارہ گر یقین ہے
یہی محمدؐ ہے ذاتِ جس کی فلک پہ مشہور ہو گئی ہے
اسی کے پردے میں چارِ ظاہر تھے ایک مستور ہو گئی ہے

حجابِ نبوت — ۳

ابھی ابھی جس کا تذکرہ تھا اسی کا لختِ جگر تھی وہ بھی
یہ شمسِ افلاک انما ہے اسی کا نورِ نظر تھی وہ بھی
یہ ملکِ تطہیر کا شجر ہے اسی شجر کا ثمر تھی وہ بھی
یہ رَوحِ واللیل و القمر ہے تو پھر دلیلِ سحر تھی وہ بھی
وہ صدرِ اجلاسِ پنجتن تھی مگر یہ محبوبِ کبریا ہے
نظر جھکا کر درود پڑھ لے وہ فاطمہؑ تھی یہ مصطفیٰ ہے

اسی کی خاطر سجا رہا ہوں یہ ہفت عالم نگار خانہ
زمین کے یہ رنگ رنگ موسمِ فلک کی رفعت کا شامیانہ
کہیں ستاروں کے آشیانے کہیں شہابوں کا تازیانہ
اسی کا صدقہ مری خدائی اسی کی خیرات ہے زمانہ
ابھی تو اس نقش کے خدو خال میں کئی رنگ میں بھروں گا
مرا ارادہ ہے روزِ محشر جو یہ کہے گا وہی کروں گا

جہاں انسانیت کی تخلیق ہم اسی کے سبب کریں گے
 اسی کے دشمن کو ہم جہاں میں رہیں رنج و تعب کریں گے
 اسی کے در کے گداگروں کا سبھی فرشتے ادب کریں گے
 بشر تو کیا اس کے در پہ جا کر نبیؐ اجازت طلب کریں گے

اسی کے نقش قدم کے ذروں کو چاند رتبے میں کب ملے گا
 اسی کے سر کی ردا کے سائے کو چاندنی کا لقب ملے گا

حجابِ عصمت

کمالِ وحدت ہے نام اس کا جمالِ وجہ رسول بھی ہے
 یہ دین و ایمان کی روح بھی ہے دلِ فروغ و اصول بھی ہے
 نویدِ باغِ بہشت بھی ہے کلیدِ بابِ قبول بھی ہے
 زمیں پہ ہو تو علی کی زوجہٴ فلک پہ ہو تو بتول بھی ہے

اسی سے آغاز ہے امامتؑ یہیں رسالت کا خاتمہ ہے
 نظر اٹھا کر نہ دیکھ آدمؑ حجابِ عصمت میں فاطمہ ہے

یہ فکرِ مریم کی شاہزادی یہ قل ہو اللہ کی شاہدہ ہے
 خطا کا امکان نہیں ہے اس میں یہ روزِ اول کی زاہدہ ہے
 مہلبہ کی صفوں میں دیکھو تو حق کی پہلی مجاہدہ ہے
 میں خود حفاظت کروں گا اس کی یہ اس سے میرا معاہدہ ہے

وہ یوں کہ اوجِ مزاجِ حق کے تمام سہرے اسی کے سر ہیں
 حریمِ حق کے تمام ہادی اسی کی آغوش کے ثمر ہیں

حجابِ امامت —۱

یہ مرد میدان، اجل کا حاکم، حکیم مطلق سپہ گری کا
تمام عالم میں آج سکھ رواں ہے اس کی دلاوری کا
یہ اسمِ اعظم جوں پہ آئے تو دل دھڑکتا ہے ہر جری کا
یہی سکھاتا ہے گر سبھی کو سکندری کا قلندری کا

یہ انبیاء کا عظیم ناصر، یہ میرا وارث میرا ولی ہے
ہے اس کی پہچان تجھ پہ واجب یہ مرتضیٰ ہے یہی علی ہے

یہ محور حق یہ کل ایماں کا تاج سر پر سجانے والا
یہ موت کی شب سجا کے بستر سکون سے مسکرانے والا
یہ دشمنوں کے تمام حملوں سے انبیاء کو بچانے والا
یہ کردگارِ ازل کے بندوں کو جامِ کوثر پلانے والا

اسی کے لختِ جگر اجڑ کے احد کی قسمت سنوارتے ہیں
یہی ہے جس کو ازل سے مشکل میں انبیاء سب پکارتے ہیں

یہی ہے بدر و احد کا فاتح، وجودِ خیر کشا یہی ہے
محافظِ دین آدمیت، برادرِ مصطفیٰ یہی ہے
جو بندگی کو بھی داوری دے وہ صاحبِ ہل اتی یہی ہے
کرے جو قاتل کو شیر و شربت عطا وہ بحرِ سخا یہی ہے
اسی کی اک ضرب پر نچھاور کروں گا میں دو جہاں کے سجدے
کہ جانتا ہوں جو یہ نہ ہو تو کہاں کا قبلہ کہاں کے سجدے

یقین کر لے کہ دین حق کی رگوں میں رقصاں لہو یہی ہے
مری محبت کی مملکت میں رواں دواں چار سو یہی ہے
اسے ضرورت کہاں کسی کی، ہر ایک کی آرزو یہی ہے
مرا غضب ہے جلال اس کا، مرے کرم کی نمو یہی ہے
بروزِ محشر ترا خدا جب درِ حقیقت کو وا کرے گا
علی کا دشمن خود اپنی ماں کی خیانتوں کا گلا کرے گا

یہ فقر کی سلطنت کا سلطان یہ آدمیت کا تاجور ہے
یہ رہنما ہے سخنوروں کا یہی مسیحا کا چارہ گر ہے
یہ اوصیا میں بھی منفرد ہے یہ اولیاء میں بھی معتبر ہے
یہ انبیاء کی مشقتوں سے بھری مناجات کا ثمر ہے
اسی کے سینے میں دھڑکنوں کی طرح سے علم کتاب ہوگا
اسے سنواروں گا اس طرح سے یہ ہر طرح لا جواب ہوگا

مزاج منبر نمازِ ایمان، نقیب وحدتِ کلامِ اول
عروج وجدان، شعورِ انساں، غرورِ یزداں، نظامِ اول
سجودِ عاشق، رکوعِ عاقل، قعودِ آخر، قیامِ اول
خطیبِ کامل، ادیبِ عامل، لواءِ کامل، امامِ اول
یہی تو کونین میں نصیرِ مزاجِ عزمِ رسول ہوگا
یہی تو ہے خانہ زادِ میرا، یہی تو زورِ جوتول ہوگا

یقین کر لے کہ دین حق کی رگوں میں رقصاں لہو یہی ہے
مری محبت کی مملکت میں رواں دواں چار سو یہی ہے
اسے ضرورت کہاں کسی کی ہر ایک کی آرزو یہی ہے
مرا غضب ہے جلال اس کا مرے کرم کی نمو یہی ہے
اسی کی اک ضرب پر نچھاور کروں گا میں دو جہاں کے سجدے
کہ جانتا ہوں جو یہ نہ ہو تو کہاں کا قبلہ کہاں کے سجدے؟

حجابِ امامت — ۲

یہ مردِ آہن یہ مشکلوں میں پیمبروں کو بچانے والا
یہ رنج و غم سے اٹی فضاؤں میں جھوم کر مسکرانے والا
یہ پستیوں میں بکھرتے ذروں کو چاند سورج بنانے والا
یہ چشمِ عالم کی پتلیاں انگلیوں کی زد پر نچانے والا
یہ میرے محبوب کا وصی ہے جو چاہے قدرت کا کام کر لے
یہ مرتضیٰ ہے یہ ایلیا ہے یہی علی ہے سلام کر لے

میں لامکاں ہوں مرے مکاں کا جہان بھر میں مکیں یہی ہے
زمیں پہ یہ بو تراب ہوگا، فلک پہ زہرہ جیوں یہی ہے
یہی ہے اسلام کا سراپا مزاجِ معیارِ دیں یہی ہے
یہی ہے سلطانِ دین و ایمان رموزِ حق کا امین یہی ہے
اسی کے لختِ جگر اجڑ کے احد کی قسمت سنوارتے ہیں
یہی ہے جس کو ازل سے مشکل میں انبیاء بھی پکارتے ہیں

حجابِ امامت — ۳

یہ مردِ آہن، یہ مشکلوں میں پیہروں کو بچانے والا
یہ رنج و غم سے اٹی فضاؤں میں جھوم کر مسکرانے والا
یہ پستیوں میں بکھرتے ذروں کو چاند سورج بنانے والا
یہ چشمِ عالم کی پتلیاں انگلیوں کی زد پر نچانے والا
یہ میرے محبوب کا وحی ہے جو چاہے قدرت کا کام کر لے
یہ مرتضیٰ ہے یہ ایلیا ہے یہی علی ہے سلام کر لے

میں لامکاں ہوں، مرے مکاں کا جہان بھر میں مکیں یہی ہے
زمین پہ یہ بوتراب ہوگا، فلک پہ زہرہ جیسی یہی ہے
یہی ہے اسلام کا سراپا، مزاجِ معیار دیں یہی ہے
یہی ہے سلطانِ دین و ایمان، رموزِ حق کا امین یہی ہے

جو اس کا دشمن ہے اس کی ساری عبادتیں بے اصول ہوں گی
تمام روزے خراب ہوں گے، سبھی نمازیں فضول ہوں گی

یہ فقر کی سلطنت کا سلطان یہ آدمیت کا تاجور ہے
یہ رہنما ہے سخنوروں کا یہی مسیحا کا چارہ گر ہے
یہ اوصیاء میں بھی منفرد ہے، یہ اولیاء میں بھی معتبر ہے
یہ انبیاء کی مشقتوں سے لدی مناجات کا ثمر ہے
اسی کے سینے میں دھڑکنوں کی طرح سے علم کتاب ہوگا
اسے سنواروں گا اس طرح سے یہ ہر طرح لاجواب ہوگا

مزاجِ منبر، نمازِ ایمان، نقیبِ وحدت، کلامِ اول
عروجِ وجدان، شعورِ انسان، غرورِ یزداں، نظامِ اول
سجودِ عاشق، رکوعِ عاقل، قعودِ آخر، قیامِ اول
خطیبِ کامل، ادیبِ عال، لوا کا حامل، امامِ اول
یہی تو کونین میں نصیرِ مزاجِ عزمِ رسول ہوگا
یہی تو ہے خانہ زادِ میرا، یہی تو زوجِ بتول ہوگا

اسے تو پہچان لے کہ آخر ہے ”کلِ ایمان“ لقب اسی کا
مری خدائی میں ہر بشر پر سدا ہے واجبِ ادب اسی کا
ہیں شش جہت اس کے زیرِ سایہ، عجم اسی کا، عرب اسی کا
بھرے جہاں میں ہے جو بھی میرا وہ اس کی خاطر ہے سب اسی کا
بروزِ محشر عمل کی دولت سے جب بھی میزانِ دل بھرے گا
علی کا دشمن بگڑ بگڑ کے خود اپنی ماں کا گلا کرے گا

حجابِ خُلق —۱

مرے قلم نے کہاں تراشا ہے آج تک مہ جبین ایسا
یہ لوح محفوظ کے مطالب بھی جانتا ہے ذہین ایسا
مرے تصور کی سلطنت میں کہاں ہے مہر مبین ایسا
جہاں میں شاید نہ خلق ہو پھر جمیل ایسا حسین ایسا
مری محبت کا گلستاں ہے مری رضا کا چمن یہی ہے
دل و نظر میں بسا لے اس کو علی کا بیٹا حسن یہی ہے

یہ ملک خلق و جہان اخلاق کا مقدس ترین والی
حسین ایسا کہ حسن یوسف بھی اس کے دربار کا سوالی
کریم ایسا کہ اس کے در یوزہ گر کا کاسہ نہیں ہے خالی
یہ وہ ہے جس نے عرب کے وحشی دلوں میں بنیاد امن ڈالی

یہ خلق پیغمبری کا وارث قضا سے یوں انتقام لے گا
کہ دشمنوں کے مقابلے میں قلم سے پرچم کا کام لے گا

یہی تو ہے یوسفِ امامت دلوں کی دھرتی کا شاہزادہ
مرا تخیل مرا تخیل مرا تدبیر مرا ارادہ
مرا تخیل مرا تصور مرا تقدس مرا لبادہ
خیال زریں مزاج سادہ نگاہ گہری جبین کشادہ
ادا میں شوخی حیا میں رخسندگی نگاہوں میں تمکنت ہے
سنو امامت کی سلطنت میں یہی ولی عہد سلطنت ہے

یہ امن عالم کا شاہزادہ کرم میں سلطان مزاج ہوگا
ہوا حفاظت کرے گی اس کی یہ وہ منور سراج ہوگا
مری ضرورت ترا سہارا ضمیر کی احتیاج ہوگا
دل عزیزاں تو خیر کیا ہے عدو پہ بھی اس کا راج ہوگا
یہ خلق پیغمبری کا وارث قضا سے یوں انتقام لے گا
کہ دشمنوں کے مقابلے میں قلم سے پرچم کا کام لے گا

یہ حاصل عزم انبیاء ہے دل شرف کا صدف یہی ہے
مری لغت میں شعور و وجدان آدمیت کی صف یہی ہے
سمٹ کے اوجھل حد نظر سے بکھر کے ہر اک طرف یہی ہے
علی نجف کی زمیں کا سورج شعاع شمس نجف یہی ہے

نجات کا گر جو سیکھنا ہے تو صرف یہ بات جان لینا
خیالِ خلدِ بریں سے پہلے حسن کو سردار مان لینا

یہ خود بھی معجز نما ہے اس کی ادا میں عکسِ پیہری ہے
 اسی کے ہونٹوں کی نرم جنبشِ غرورِ اوجِ سخنوری ہے
 تری طبیعت کا صبر اس کی نظر کا اعجازِ سرسری ہے
 اسی کے رنگِ قبا سے کشتِ خیالِ انساں ہری بھری ہے
 یہ وہ انا مست ہے جو فاقہ کشی میں عظمت کا تاج لے گا
 یہ وہ جری ہے کہ دشمنوں سے بنامِ صلح خراج لے گا

بتول زادہ علی کا بیٹا، نبی کا نورِ نظر یہی ہے
 ہر اک تمنا کا بابِ آخر، ہر اک دعا کا اثر یہی ہے
 قرارِ قلب ملائکہ ہے سکونِ روح بشر یہی ہے
 شعورِ وحدت کے بحرِ موج کا حقیقی گہر یہی ہے

نجات کا گر جو سیکھنا ہے تو صرف یہ بات جان لینا
 خیالِ خلد بریں سے پہلے حسن کو سردار مان لینا

حجابِ خلق — ۲

یہ ملکِ خلق و جہانِ اخلاق کا مقدس ترین والی
 حسین ایسا کہ حسنِ یوسف بھی اس کے دربار کا سوا لی
 کریم ایسا کہ اس کے درِ یوزہ گر کا کاسہ نہیں ہے خالی
 یہ وہ ہے جس نے عرب کے وحشی دلوں میں بنیاد امن ڈالی
 عرب کا بے مثل نوجواں ہے عجم کا کل بانگین یہی ہے
 قبیلہ ہاشمی کا دولہا، علی کا بیٹا حسن یہی ہے

یہ خود بھی معجز نما ہے اس کی ادا میں عکسِ پیہری ہے
 اسی کے ہونٹوں کی نرم جنبش غرورِ اورجِ سخنوری ہے
 تری طبیعت کا صبر اس کی نظر کا اعجازِ سرسری ہے
 اسی کے رنگِ قبا سے کشتِ خیالِ انساں ہری بھری ہے
 یہ وہ انا مست ہے جو فاقہ کشی میں عظمت کا تاج لے گا
 یہ وہ جری ہے کہ دشمنوں سے بنامِ صلح خراج لے گا

بتول زادہ، علی کا بیٹا، نبی کا نورِ نظر یہی ہے
 ہر اک تمنا کا بابِ آخر، ہر اک دعا کا اثر یہی ہے
 قرارِ قلب ملائکہ ہے سکونِ روح بشر یہی ہے
 شعورِ وحدت کے بحرِ مواج کا حقیقی گہر یہی ہے

نجات کا گر جو سیکھنا ہے تو صرف یہ بات جان لینا
 خیالِ غلد بریں سے پہلے حسن کو سردار مان لینا

حجابِ خلق — ۲

یہ ملکِ خلق و جہانِ اخلاق کا مقدس ترین والی
 حسین ایسا کہ حسنِ یوسف بھی اس کے دربار کا سوالی
 کریم ایسا کہ اس کے درِ یوزہ گر کا کاسہ نہیں ہے خالی
 یہ وہ ہے جس نے عرب کے وحشی دلوں میں بنیاد امن ڈالی
 عرب کا بے مثل نوجواں ہے عجم کا کل بانگین یہی ہے
 قبیلہ ہاشمی کا دولہا، علی کا بیٹا حسن یہی ہے

حجابِ شہادت

یہ کون مظلوم ہے کہ جس کی جبین لہو سے دمک رہی ہے
 بڑا اندھیرا ہے اس کے گھر میں بس ایک شمع بھڑک رہی ہے
 یہ کس طرح کر رہا ہے سجدہ تری خدائی دھڑک رہی ہے
 یہ کون مستور ہے جو اس کی نماز حیرت سے تک رہی ہے
 ادب سے سر کو جھکا لے آدمِ نبی کا وہ نور عین ہوگا
 جو خاک پر کر رہا ہے سجدہ وہ کیمیا گر حسین ہوگا

اگر نادِ علی

اگر نادِ علی پڑھنے کی رسم ایجاد ہو جائے
 تو ہر سینے میں اک تازہ نجف آباد ہو جائے
 لبِ حیدر کی جنبش پر کہا تو حید نے اکثر
 ہمارے حق میں بھی خطبہ کوئی ارشاد ہو جائے
 نہ کعبے پر چڑھائی ہو نہ اجڑے بابرِ مسجد
 مسلمانوں کو ”درسِ یا علی“ گریاد ہو جائے
 اگر اہل وطن نامِ علی لے کر بڑھیں محسن
 میرا ایمان ہے کشمیر تک آزاد ہو جائے

ابو طالب

اسرار معارف کا گلستاں ابو طالب
ایمان کے ہر درد کا درماں ابو طالب
تختِ دلِ ہستی کا سلیمان ابو طالب
ہر دور میں سرچشمہ ایمان ابو طالب
ہر غم سے جو اس کو ابو طالب نہ بچاتا
اسلام ترا ٹھوکریں کھاتا نظر آتا

شادابی گلزارِ پیمبرِ ابو طالب
احسان و سخاوت کا سمندر ابو طالب
رتبے میں ہے کعبے کے برابر ابو طالب
تقدیس میں کعبے سے بھی بڑھ کر ابو طالب

جھکتی ہے جبین جس پہ ترے فکر و نظر کی
ہے جائے ولادت ابو طالب کے پسر کی

حیراں ابو طالب کی انا پر ہیں ملک تک
عمران کے مدارج کی رسائی ہے فلک تک
ہے روشنی قلب و نظر اس کی جھلک تک
طوفانِ مصائب میں بھی جھپکی نہ پلک تک
خوشبو ہے رواں جس کی ہر اک دل کی کلی میں
کھیلا ہے وہی دیں ابو طالب کی گلی میں

جو خوں ابو طالب کے عزائم کی عطا ہو
وہ خون بھلا کیسے رگ دیں سے جدا ہو
جس طور سے احساں ابو طالب نے کیا ہو
ممکن نہیں اسلام سے یہ قرض ادا ہو
اس پر بھی یہ فتویٰ کہ اسے دین سے کد ہے
یہ منکرِ عمران کا فقط بغض و حسد ہے

کر یاد وہ شعبِ ابی طالب کا زمانہ
جذبے کے شراروں کو ہواؤں سے لڑانا
وہ عزم و جلالِ رخِ عمران کا فسانہ
ہر رات پیمبر کو مصائب سے بچانا
اس طور کا دنیا میں کوئی باپ دکھا دے
جو موت کے بستر پہ بھی بیٹوں کو سلا دے

تم لوگ مسلمان جو ہوئے کچھ نہیں کہتے
 تم داعی ایمان جو ہوئے کچھ نہیں کہتے
 تقدیر کے سامان جو ہوئے کچھ نہیں کہتے
 ہاں دشمنِ عمران جو ہوئے کچھ نہیں کہتے

چاہو تو دلیروں کو بھی حجرے میں بٹھا دو
 بزدل کو مگر فاتحِ کونین بنا دو

اللہ کے گھر کا جو نگہباں ہو وہ کافر؟
 جو حق کے لیے اتنا پریشان ہو وہ کافر؟
 جو عرشِ معلٰی کا مسلمان ہو وہ کافر؟
 ایمان نہیں جو محسنِ ایمان ہو وہ کافر؟

اس بات پہ کیوں کوئی پریشان نہیں ہوتا
 ایمان کا پدرِ منکر ایمان نہیں ہوتا

جب فہم نے بدلا کبھی تشکیک کا قالب
 جب لفظ سے چھینی گئی جاگیرِ مطالب
 جب فکر کی دنیا پہ جہالت ہوئی غالب
 اسلام پکارا ابو طالب، ابو طالب

خود حق کے لیے حق ہی پریشان نظر آیا
 باطل کے مقابل میں بھی عمران نظر آیا

قتیل چراغِ رخِ احمد ابو طالب
 ایمان سے ایمان کی ابجد ابو طالب
 باطل کے لیے ضربتِ ایزد ابو طالب
 ہر مملکت دیں کی ہے سرحد ابو طالب

دستارِ پیہر کو جو عمران نہ بچاتا
 ہر سمت سقیفہ ہی سقیفہ نظر آتا

۱۳ رجب

ہر سو رواں ہوائے خمارِ طرب ہے آج
بابِ قبولِ وا ہے مرادوں کی شب ہے آج
دل میں خوشیِ سرورِ نظر میں عجب ہے آج
ساقی مجھے نہ چھیڑ کہ تیرہ رجب ہے آج
رخ سے نقاب اٹھا کے نویدِ ظہور دے
حاضر ہے دل کا جامِ شرابِ ظہور دے

وہ مے پلا کہ جس سے طبیعت ہری رہے
نسِ نس میں انما کی صبوحی بھری رہے
قائمِ سدا جہاں میں تری دلبری رہے
آنکھوں کے سامنے یہ صراحی دھری رہے

جو بادہ کش ولا کا نشہ کل پہ ٹال دے
لہ اپنی بزم سے اس کو نکال دے

وہ مے پلا کہ جس میں نبوت کی بو ملے
جس کے نشے میں حسنِ امامت کی خو ملے
آدم کو جس سے کھوئی ہوئی آبرو ملے
میں بھی پیوں تو مجھ کو خدا رو برو ملے
وہ مے کہ جس میں صبحِ ازل کا سرور ہو
وہ مے کہ جس میں آلِ محمد کا نور ہو

وہ مے جو مصطفیٰ نے کساء میں چھپا کے پی
اور فاطمہؑ نے اپنی حیا میں ملا کے پی
حسنین و مرتضیٰ نے جو محفلِ سجا کے پی
جبریل نے فلک سے زمیں پر جو آ کے پی
جس کا نشہ نجات کا سامان ہو گیا
سلمان پی کے فخرِ سلیمان ہو گیا

عیسیٰ نے پی تو اس کو مسیحائی مل گئی
موسیٰ کو اپنے رب کی شناسائی مل گئی
داؤد کو بھی طاقتِ گویائی مل گئی
یعقوبؑ نے جو پی اے بینائی مل گئی
وہ مے کہ جس کا کیفِ دلوں میں اتر گیا
یوسف نے پی تو چاند سا مکھڑا نکھر گیا

قیمت میں خلد سے بھی جو برتر ہے وہ شراب
جس کا نشہ نماز سے بہتر ہے وہ شراب
جو حسنِ خدو خال پیسیر ہے وہ شراب
جو مدعائے قنبر و بوذر ہے وہ شراب
جس کا سرور فکرِ بشر کا غرور ہے
جس کے نشے کی موج سرِ کوہ طور ہے

وہ مے کہ جس سے دل کو شعورِ بشر ملے
جس کے بس ایک گھونٹ سے جنت میں گھر ملے
جس کے نشے میں شہرِ نبوت کا در ملے
جس کے سبب دلوں کا دُعا کو اثر ملے
اک رند کائنات میں بیباک ہو گیا
بہلول پی کے صاحبِ ادراک ہو گیا

وہ مے پلا کہ ٹوٹ کے جس پر ملک پڑیں
جس کے نشے کے رنگ اڑیں عرش تک پڑیں
رندوں پہ اولیاء کے زمانے کو شک پڑیں
آئے منافقوں میں تو ساغر چھلک پڑیں
کنکر پہ جس کی چھینٹ بھی پڑ جائے دُر کرے
وہ مے جو عاصیوں کو بھی اک پل میں حر کرے

جس کا سرور ضامنِ جنت ہے وہ شراب
جو واقفِ مزاجِ شریعت ہے وہ شراب
جو رمز ”کل کفا“ کی حقیقت ہے وہ شراب
جس کا شمار اجرِ رسالت ہے وہ شراب
ایسی پلا کہ سارا جہاں ڈولنے لگے
نوکِ سناں پہ جس کا نشہ بولنے لگے

جس کی نظیر مل نہ سکے شش جہات میں
تیرے سوا کہیں نہ ملے کائنات میں
بھر دے ابد کا رنگ بشر کی حیات میں
وہ مے جو آفتابِ اگلتی ہے رات میں
وہ مے جو ہے غلافِ حرم میں چھنی ہوئی
جو عرش پر ہے دستِ خدا سے بنی ہوئی

رندوں کو آج ضد ہے تری دلبری کھلے
رازِ جنون و غایتِ شعلہ سری کھلے
یہ کیا کہ مے کدے کا فسوں سرسری کھلے
اک در نہ کھول آج تو بارہ دری کھلے
تلچھٹ نہ دے کہ رند یہ خلد و عدن کے ہیں
ادنیٰ سے ہیں غلام مگر پنجتن کے ہیں

میں چاہتا ہوں آج نیا اہتمام ہو
 یلین کی شراب ہو طہ کا جام ہو
 پھوٹے سحر دلوں میں تو آنکھوں میں شام ہو
 ہر رند کے لبوں پہ خدا کا کلام ہو
 ہر دل سے آج بغض کا کانٹا نکال دے
 نخِ بخت کرے کوئی تو جہنم میں ڈال دے

ساغر میں ہل اتنی کی کرن گھول کر پلا
 سر پر لوائے حمد خدا کھول کر پلا
 چپ چپ سا کیوں ہے آج تو ہنس بول کر پلا
 رندوں کا ظرف پوری طرح تول کر پلا
 ساغر میں آج اتنی مقدس شراب ہو
 پی لیں گناہگار تو حج کا ثواب ہو

ساغر اٹھا کہ چھائی گھٹا جھوم جھوم کر
 آئی ہوا نجف کے درپچوں کو چوم کر
 ساقی حریم دل میں منور نجوم کر
 رندوں کو واقف در بابِ علوم کر
 ہم کو پلا وہی جو ولا کی شراب ہو
 کم ظرف بادہ خوار کا خانہ خراب ہو

کھول ایسا مے کدہ جو حرم سے بھی کم نہ ہو
 جس کی حدوں پہ بندش لوح و قلم نہ ہو
 جس میں منافقت کا فسوں محترم نہ ہو
 ساغر تراب کا ہو کوئی جام جم نہ ہو
 ہمراہ تو رہے تو کوئی رنج و غم نہیں
 ورنہ ترے فقیر سکندر سے کم نہیں

ساقی تو مل گیا تو غم جاں کی رت ٹلی
 غنچے نکھر گئے ہیں کھلی ہے کلی کلی
 مہکی ہوئی ہے شہر تصور کی ہر گلی
 وہ دیکھ ج رہا ہے زچہ خانہ علی
 مصروفِ اہتمام ذبح و خلیل ہیں
 جاروب کش کے روپ میں وہ جبریل ہیں

حوروں کے گیسوؤں سے مصلے بنے ہوئے
 پھر ان پہ کہکشاں کے ستارے چنے ہوئے
 موج درود میں وہ ملک سر دھنے ہوئے
 پہلے نہیں یہ گیت کسی کے سنے ہوئے
 رتبہ ملا وہ محفلِ سدرہ جبین کو
 جھک جھک کے آسمان نے دیکھا زمین کو

آدم بچھا رہا ہے دعاؤں کی چاندنی
ایوب اپنے صبر سے کرتا ہے روشنی
ہے آبدار نوح سا انسان کا نجی
آیا ہے خضر ساتھ لیے نمس زندگی
یعقوب بھی ہے آنکھ کی مستی لیے ہوئے
یوسف ہے ساتھ مشعل ہستی لیے ہوئے

ہر سو روئے ابر کرم ہے تنی ہوئی
ذروں کی آفتابِ فلک سے ٹھنی ہوئی
شبِ نیم برس رہی ہے شفق میں چھنی ہوئی
مکہ کی سر زمیں ہے معلیٰ بنی ہوئی
آئی ہے کون دیکھنے اس اہتمام کو
جھکنے لگی ہیں مریم و حوا سلام کو

آئے ہیں بہر دید سوا لاکھ انبیاء
اول ابو البشر ہیں تو آخر ہیں مصطفیٰ
اک سمت انبیاء ہیں تو اک سمت اولیاء
دونوں کے درمیان ہے عمراں کا قافلہ

بلقیس اک طرف ہو سلیمان خیال کر
بنتِ اسد چلی ہے ردا کو سنبھال کر

وہ انبیاء کا قافلہ اک دم ٹھہر گیا
ہر سو ہے شورِ سلمہا، وردِ مرجا
سب سے الگ کھڑے ہیں وہ سردارِ انبیاء
بنتِ اسد چلی ہے سوئے خانہ خدا
ساعت یہی ہے شاہد حق کے شہود کی
ذروں سے آ رہی ہے صدائیں درود کی

بنتِ اسد چلی یہ صدائیں لیے ہوئے
ہونٹوں پہ باوقار دعائیں لیے ہوئے
آنکھوں میں اوجِ حق کی رضائیں لیے ہوئے
قدموں میں انبیاء کی ادائیں لیے ہوئے
چہرے پہ عکسِ موجِ ادب کا سرور ہے
پہلو میں ان کی پہلی امامت کا نور ہے

لیکن درِ حرم تو مقفل ہے اس گھڑی
بنتِ اسد یہ دیکھ کے واپس پلٹ پڑی
نازل ہوئی فلک سے وہ الہام کی لڑی
آئی صدا ”نہ جا گل عصمت کی پگھڑی“

دیوار در بنے کہ زمانے میں دھوم ہو
ظاہر کمالِ مادرِ بابِ علوم ہو

ساقی نہ چھیڑ ہے یہی آغازِ امتحاں
 دھڑکن زمیں کی چپ ہے تو ساکت ہے آسماں
 خاموش اے قیامت ہنگامہ جہاں
 کعبے میں جارہی ہے وہ اک بت شکن کی ماں
 قرآنِ بندگی کی تلاوت کا وقت ہے
 جاگو طلوعِ شمسِ امامت کا وقت ہے

جاگ اے ضمیر جاگ کہ جاگے ہیں تیرے بھاگ
 تارِ نفس کو چھیڑ کے چھیڑا ہوا نے راگ
 خوش ہو گئی زمیں کہ اسے مل گیا سہاگ
 ساقی شراب لا کہ بجھے تشنگی کی آگ
 ظلماتِ دو جہاں کی ردا چاک ہو گئی
 نازل ہوئے علی تو فضا پاک ہو گئی

بنتِ اسد کی گود سے ابھرا اک آفتاب
 ہاں اے تراب تجھ کو مبارک ہو بو تراب
 کوثر چھلک ذرا ترا ساقی ہے لاجواب
 بطحا کی سرزمین سلامت یہ انقلاب

عمران جھومتے ہیں کہ زہرہ جبیں تو ہے
 اب خوش ہیں مصطفیٰ کہ کوئی جانشین تو ہے

آدم ہے خوش کہ اس کی دعا کو اثر ملا
 عیسیٰ ہے رقص میں کہ کوئی چارہ گر ملا
 ایوب کو بھی قبر کا شیریں ثمر ملا
 یوسف کو اپنے حسن کا پیغام بر ملا
 مسرور ہے فضا کوئی محشر بپا نہ ہو
 سہمے ہوئے ہیں بت کہ حقیقی خدا نہ ہو

ترتیبِ خال و خد سے نمایاں ہے برتری
 پیکر کے بانگین پہ نچھاور دلاوری
 چہرے پہ وہ سکون کہ نازاں پیمبری
 آنکھوں میں وہ غرور کہ حیراں ہے داوری
 آئی ہے ایک بات ہی اب تک قیاس میں
 خوشبو ہے داوری کی بشر کے لباس میں

ساقی شراب لا کہ طبیعت مچل گئی
 لغزش مرے شعور کی مستی میں ڈھل گئی
 نبضِ قلم بہکنے لگی تھی سنبھل گئی
 رنگینیوں کو دیکھ کے نیت بدل گئی

تجھ پر رموزِ رونق ہستی عیاں کروں
 کچھ پی کے مدحتِ شہِ دوراں بیاں کروں

مولا علیؑ شعورِ بشر، فکرِ ارجمند
ڈالی ہے جس کی سوچ نے افلاک پر کمند
وہ جس کا مرتبہ نبی آدم سے ہے بلند
چھڑکا ہے جس نے موت کے چہرے پہ زہر خند

جو نقطہ عروجِ فروع و اصول تھا
بستر پہ سو گیا تو مکمل رسول تھا

ایسا کریم جس کے کرم کی نہ حد ملے
ایسا علیم علم کو جس سے مدد ملے
ایسا عظیم جس کی ادا میں احد ملے
ایسا سلیم جس میں شعورِ صمد ملے

دنیا و دیں میں جس کو وہ نام و نسب ملا
خالق کی بارگاہ سے حیدر لقب ملا

کشور کشائے فکر، شجاعت کا بانگین
صابرِ سخی، کریمِ رضا جو وہ بت شکن
نانِ جویں کا ناز، قناعت کی انجمن
دل کا سرور، جرات و احساس کی پھبن

جس کا وجود قدرتِ حق کی دلیل تھا
جس کا شعور بوسہ گہ جبرئیل تھا

خیبر کشا، یقین کا پیکر وہ بوترا ب
تاریخ کی جبین وہ فتح مبین کا باب
سرچشمہ نجات بشر جس کا اضطراب
جس کے وجود سے ہے رخ دیں کی آب و تاب

جس کا کرم جہاں کے لیے عام ہو گیا
خطروں کو اوڑھ کر جو سرِ شام سو گیا

وہ جس کے فرقِ ناز پہ کج تھا بقا کا تاج
وہ بوترا ب، شمس و قمر سے جو لے خراج
وہ خلق، اقتدار و سخاوت کا امتزاج
جس نے زمیں پہ رہ کے فلک پر کیا تھاراج

سلطانی بہشت بریں کی نوید لی
اک ضرب سے جہاں کی عبادت خرید لی

وہ دیں کی سلطنت میں شرافت کا تاجدار
وہ مظہرِ جلالِ خداوندِ روزگار
وہ بوریا نشیں وہ شہِ کہکشاں سوار
وہ بندہٴ خدا وہ خدائی کا افتخار

جس کے قلم کی نوک بلاغت کی راہ تھی
جس کے علم کی چھاؤں رسالت پناہ تھی

جس نے ہوا کی زد پہ منور کیے چراغ
جس کے یقیں نے توڑ دیئے جہل کے ایارغ
جس نے بہم کیے تھے رموزِ دل و دماغ
وہ پھول جس سے طبع رسالت تھی باغِ باغ

جس کے لہو سے چہرہ ہستی نکھر گیا
وہ نقش جو دلوں کی تہوں میں اتر گیا

علی کی شادی

فضا معطر خلا منور سا ہے مصروف کجکلا ہی
زمین کے آنچل کی ہر شکن میں سمٹ رہی ہے جہاں پناہی
حجر شجر مست و محو نغمہ بشر بشر وقف خوش نگاہی
گھٹا ہے مشغول عکس بندی کہ قص کرتے ہیں مرغ و ماہی
مزاج گلبانگ عقل چونکے درود کی جلت رنگ جاگے
ہوا رگ جاں کو چھیڑتی ہے علی دلی کا مانگ جاگے
وہ پھول مہکے وہ رنگ دیکھے طیور چپکے تو مست بہکے
کلی جو چٹکی ہوا کو کھٹکی چمن سے انکی کہ شاخ مہکے
حیات لپکی پلک نہ جھپکی ہزار جلووں کے پاس رہ کے
گھٹا سے چھن کر فضا میں تن کر وہ چاند نکلا یہ بات کہہ کے
مجھے نہ روکو کہ بن سنور کر ہزار محشر جگا رہا ہوں
ہے جس کی الفت کا داغ دل میں اسی کی شادی میں جا رہا ہوں

وجود ان کا مرا تعارف یہ میری پہچان ہیں جہاں میں
 انہی کے دم سے یہ روشنی ہے یہ صورت جان ہیں جہاں میں
 انہیں بنا کے میں سرخرو ہوں یہ میرا عرفان ہیں جہاں میں
 دلیل ایمان پوچھتے ہو یہی تو ایمان ہیں جہاں میں
 انہی کی خلقت سے ہے یہ خلقت نہ جاتے یہ جہان سوتا
 انہی کی خاطر بنائی دنیا جو یہ نہ ہوتے تو کچھ نہ ہوتا
 انہی کی چشم کرم سے بگڑے ہوئے مقدر سنبھل گئے ہیں
 کبھی میں ان سے بہل گیا ہوں کبھی یہ مجھ سے بہل گئے ہیں
 مری رضا کے عظیم تاجر مرے ارادے بدل گئے ہیں
 فلک پہ اک تھڑے پا کر یہ پانچ محروں میں ڈھل گئے ہیں
 انہی میں دو بحر مل رہے ہیں تمام عالم ہے شاد میرا
 کہ ان میں اک لخت مصطفیٰ ہے تو دوسرا خانہ زاد میرا
 زمین بطحا مثال جنت عروں عالم بنی ہوئی ہے
 اصول دیں کے ستوں ہیں محکم حیا کی چادر تنی ہوئی ہے
 ہر ایک ڈرے کی آسمانوں سے آج کی شب ٹھنی ہوئی ہے
 کرن کرن اک حریر عصمت کے آنچلوں میں چھنی ہوئی ہے
 لدی ہوئی ہے حنا کی کلیوں سے آج طوبیٰ کی ڈالی ڈالی
 علیٰ کی خاطر نبی کے در پر ہے آج توحید خود سوالی

ادھر فلک پر حریم وحدت میں نور کا سائباں سجا ہے
 سبھی فرشتے طلب ہوئے ہیں ہر ایک نوری جھکا کھڑا ہے
 ادھر سے شمس و نجوم و سیارگاں کا بھی قافلہ چلا ہے
 سنو سنو کون نوریوں کو خدا کا پیغام دے رہا ہے
 وہ کون خوش بخت ہے کہ اس دم ہماری رحمت کو آزمائے
 علیٰ کی شادی کا نامہ بر بن کے جو در مصطفیٰ پہ جائے
 یہ حکم سن کر بڑھے فرشتے کہ اپنی قسمت کو آزمائیں
 سروں پہ دستار زہد رکھی درست ہونے لگیں قبائیں
 حضور وحدت تھرک رہی ہیں گلے میں سہی ہوئی صدائیں
 ادھر سے جبریل اس طرف شمس لے کے آئے کئی دعائیں
 تو کون جبریل اک طرف ہوئے پیامی کو بھیجنا ہے
 جناب سورج ہوں اک طرف ہو تجھے سلامی کو بھیجنا ہے
 صدایہ آئی کہاں ہے زہرہ کہ آج زہرا کے در پہ جائے
 ہمارا پیغام انتہائی ادب سے جا کے انہیں سنائے
 نہ دستکیں دے نہ آہٹیں ہوں نہ بے ادب ہو نہ مسکرائے
 بس اس طرح جائے جیسے مومن خود اپنے خالق کے در پہ آئے
 نبی کی چوکھٹ پہ بوسہ دے کر کہے کہ اب یہ اصول ہوگا
 جو سر سے پاؤں تلک خدا جیسا ہو وہ زوج بتول ہوگا

فلک سے زہرہ اتر رہا ہے کہ جیسے الہام دل میں آئے
 کہ جیسے اک بے ریا نمازی بڑی عقیدت سے حج کو جائے
 بدن پہ اوڑھے قبائے عصمت لبوں پہ صل علی سجائے
 وہ جا رہا ہے کہ جیسے قاری غلاف قرآن پہ سر جھکائے
 نشہ مودت کی مے کا زہرہ کے دل میں شاید سما گیا ہے
 وہ جا رہا ہے وہ آ رہا ہے درود پڑھ لو وہ آ گیا ہے
 یہ انبیاء ہیں یہ اولیا ہیں علیؑ ولی کی برات دیکھو
 خضر چھڑکتا ہے ہر برائی کے رخ پہ آب حیات دیکھو
 نشے کے عالم میں جھومتی ہے شعور کی کائنات دیکھو
 یہ بزم دیکھو یہ لوگ دیکھو یہ رنگ دیکھو یہ رات دیکھو
 کئی بہاریں گزر گئی ہیں کھلا نہ ایسا چمن جہاں میں
 کہاں خدائی میں ایسا نوشہ کہاں ہے ایسی لہن جہاں میں
 لو ہو چکا عقد مرتضیٰ کا کہو کہ صلے علیؑ مبارک
 علیؑ ولی کو نبیؐ کے گھر میں ملا ہے جو مرتبہ مبارک
 تمام نبیوں کو آج کی شب ملا ہے مشکل کشا مبارک
 امام اپنا ہمیں سلامت نصیریوں کو خدا مبارک
 خدا کا دیں بارور ہوا ہے چمن امامت کا کھل اٹھا ہے
 جناب عمران کو نبوت کی پرورش کا صلہ ملا ہے

سہرا

یہ اولیاء کا غرور سہرا یہ انبیاء کا وقار سہرا
 تمام قرآن کی روح سہرا تمام دیں کا نکھار سہرا
 تمام پھولوں تمام کلیوں کی بزم کا افتخار سہرا
 مزاج آدم کی وادیوں میں خلوص کی آبشار سہرا
 تمام سہروں کی انجمن میں ہے اس لیے تاجدار سہرا
 یقین ہے حوروں نے خود پرویا ہے خلد میں بار بار سہرا
 جو خوش ہوئے ہیں کلی کلی ان کو دے رہی ہے دعائیں اب تک
 کہ اس کے تاروں سے پھوٹتی ہیں علیؑ ولی کی ادائیں اب تک

علی

آباد دما دم آدم کی شہ رگ میں علیٰ تن تن میں علی
لفظوں میں علیٰ نبضوں میں علیٰ سانسوں میں علیٰ دھڑکن میں علی
اشکوں میں علیٰ آہوں میں علیٰ پلکوں میں علیٰ اکھین میں علی
دریا میں علیٰ موجوں میں علیٰ بادل میں علیٰ سادوں میں علی
سرست پون رم جہم میں علیٰ بجلی میں علیٰ خرمن میں علی
جھرنوں کی جھپکتی آنکھوں میں تاروں سے بھرے آنگن میں علی
شہروں کی چمکتی شورش میں چپ چاپ دھڑکتے بن میں علی
احساس کی ہریالی میں علیٰ ایمان کے ہرے گلشن میں علی
پاتال کی تہہ میں تخت نشین افلاک بکف بھگون میں علی
لیسین کی نون گواہی دے طے کے سہل درشن میں علی
واللیل کی قدر کا صدر سمجھ والعصر کے کل کندن میں علی
کوثر کے حسن کا سرچشمہ طوبی کے جل جو بن میں علی

قرطاس و قلم کا رکھوالا تقدیر کے ہر بندھن میں علی
لوح محفوظ میں وجہ اللہ توحید نما درپن میں علی
افلاک تلک مسند آرا بے مسکن کے مسکن میں علی
کعبے میں علیٰ قبلے میں علیٰ مولد میں علیٰ مدفن میں علی
معصوم گواہی عیسیٰ کی موسیٰ کے سخنور فن میں علی
یوسف یعقوب کا دردنگر ایوب کے شبہ شیون میں علی
اسرار شب اسری کی قسم آیات کے اجلے پن میں علی
نوروز کی ضو میں جلوہ نما اور چودھویں رات کے چن میں علی
فولاد صفت کا آیا ہے اسلام کی ہر الجھن میں علی
خیبر میں علیٰ خندق میں علیٰ اور بدر واحد کے رن میں علی
معراج کی رات کی بات کرو ہر بات کی ہر الجھن میں علی
قاب قوسین کے نرم حسین ریشم سے بنی چلن میں علی
ہر مولائی کا ان داتا ہر خاک نشین کے من میں علی
پورب میں علیٰ پچھتم میں علیٰ اتر میں علیٰ دھن میں علی
قرآن اٹھا کر کہتا ہوں بسم اللہ کے دامن میں علی
حیدر سے عداوت مت رکھنا ہر گام پہ ٹھوکر کھاؤ گے
پچھتاؤ گے گھبراؤ گے بردوش ہوا جل جاؤ گے

علی علی کیا کرو

نظر بھی مست مست ہے فضا بھی رنگ رنگ ہے
 دھلے دھلے ہیں ولولے نئی نئی امنگ ہے
 ہوا کی موج موج میں درود کی ترنگ ہے
 جنوں کی رت کی راگنی سر رباب و چنگ ہے
 مئے ولا کی چھاپ سے نشے میں انگ انگ ہے
 ہر ایک بادہ خوار کا لباس شوخ و شنگ ہے
 نہ خواہش نمود ہے نہ فکر نام و نگ ہے
 ادھر جناب شیخ کی نظر ذرا سی تنگ ہے
 ادھر غرور فقر میں مگن کوئی ملنگ ہے
 جو کہہ رہا ہے دوستو سدا مگن رہا کرو
 میں بے نیاز دہر ہوں مری طرح جیا کرو
 جو دل کہے کیا کرو کسی کی مت سنا کرو
 علی علی کیا کرو علی علی کیا کرو

پلا پلا مئے ولا کہ ہم بھی میکسار ہیں
 تری قسم ہے ساقیا ازل سے بے قرار ہیں
 نہ پوچھ کب سے تشنہ لب ہیں محو انتظار ہیں
 یہ پیاس تجھ پہ قرض ہے یہ حوصلے ادھار ہیں
 بہت غرور بھی نہ کر کہ میکدے ہزار ہیں
 مگر جو باب علم ہے ہم اس کے بادہ خوار ہیں
 وہ میکدہ عجیب ہے عجیب برگ و بار ہیں
 وہیں تمام انبیا قطار در قطار ہیں
 ہیں اس کے در چہارہ مگر اصول چار ہیں
 پیو تو پانچ وقت بارہ جام ہی پیا کرو
 یہاں سے مئے پیو تو اس کا اجر بھی دیا کرو
 ولا کی مئے تو فرض ہے یہ فرض یوں ادا کرو
 علی علی کیا کرو علی علی کیا کرو

وہ دیکھ جھومتی گھٹا کو چومتی جوانیاں
 فضا میں سات رنگ کی وہ ٹوٹتی کمائیاں
 ابھر رہی ہیں دجلہ و فرات کی کہانیاں
 طبعیتوں میں آگئی ہیں کوثری روانیاں
 کہاں یہ وقت ہے سہوں کسی کی حکمرانیاں

پلا پلا کہ میں کروں تری قصیدہ خوانیاں
تمام کائنات پر ہیں تیری مہربانیاں
فضا، گھٹا، ہوا، نشہ، سبھی تری نشانیاں
نقاب رخ اٹھا ذرا، ”وے مہربان جانیاں“
نقاب رخ سرک چلا ہے مے کشو دعا کرو
گل مراد کھل رہا ہے منتیں ادا کرو
وہ میکدے کا در کھلا ہے اب یہی صدا کرو
علی علی کیا کرو، علی علی کیا کرو

پیو کہ مے کشو یہی ولایتی شراب ہے
شراب کیا ہے انبیاء کی آبرو کا خواب ہے
یہ میکدے کا نور ہے، یہ طور کا شباب ہے
اسی کا کیف دوستو، خلاصہء کتاب ہے
یہ راس ہو تو پھر رضائے حق بھی ہر کاب ہے
نہ راس ہو تو زندگی عذاب ہی عذاب ہے
یہ فرش پر بنی ہوئی بست بو تراب ہے
مگر فرازِ عرش پر خدا کا انتخاب ہے
اسی کے فیض سے ہر ایک دوست کامیاب ہے
مگر اسی کے غیض سے عدو کا دل کباب ہے

اسی شراب سے تو دل کو تازگی عطا کرو
یہی شراب پی کے روح کو جلا دیا کرو
بقدر ظرف دوستو یہ مئے بھی پی لیا کرو
علی علی کیا کرو، علی علی کیا کرو

پیو غدیر خم کی سمت لے چلیں تمہیں ذرا
وہ آ رہا ہے پھر پلٹ کے حاجیوں کا قافلہ
وہ قافلہ کہ جس کے رہنما ہیں ختم انبیا
یہ دو پہر کی دھوپ یہ اجاڑ دشت کی فضا
یہ آسمان زمیں کی سمت آگ پھینکتا ہوا
وہ پیاس ہے کہ حلق میں اٹک رہی ہے ہر صدا
یہ کیوں ہوائیں تھم گئی ہیں دفعۃً یہ کیا ہوا
فضا خموش ہو گئی کہ دشت بولے لگا
یہ کون سامنے ہوا، ٹھہر گئے ہیں مصطفیٰ
سنو اداس مے کشو ذرا تو حوصلہ کرو
نہ اس قدر خموشیوں میں بولتے رہا کرو
کسی کی بات بھی کبھی کبھی تو سن لیا کرو
علی علی کیا کرو، علی علی کیا کرو

ارے یہ جبریل ہے مگر یہ کیوں بدل گیا؟
 نہ اب وہ احترام ہے نہ ہے ادب کا سلسلہ
 نہ اب خطاب ایہا المزمّل نہ اتما
 نظر میں اک جلال ہے جس میں پہ بل پڑا ہوا
 نبی کو کر رہا ہے آزمائشوں میں مبتلا
 وہ کہہ رہا ہے اے رسول سن پیامِ کبریا
 یہ حاجیوں کا قافلہ یہیں کہیں بٹھا ذرا
 سنا تھا عرش پر جو ہم سے آج وہ انہیں سنا
 ہمارے حرف حرف کو عمل کا آئینہ دکھا
 اگر یہ کام رہ گیا نہ تو نبی نہ میں خدا
 سنا ہے تم نے مے کشتو بہت نہ غل پیا کرو
 ذرا نشے کے رنگ کو مزاج سے جدا کرو
 دل و دماغ و ذہن کے تمام در بھی وا کرو
 علی علی کیا کرو علی علی کیا کرو

فضا پہ اک سکوت ہے نظرِ نظر خموش ہے
 ہوا پہ مہر لگ گئی شجر شجر خموش ہے
 ادھر فلک بھی رک گئے زمیں ادھر خموش ہے
 وہ نبضِ شام تھم گئی لب سحر خموش ہے

بچھے ہوئے ہیں بحر و بر کہ خشک و تر خموش ہے
 دمک رہی تھی جو ابھی وہ رہگذر خموش ہے
 پیمبری ہے دم بخود کہ نامہ بر خموش ہے
 فلک تو خیر اک طرف بشر بشر خموش ہے
 نبی کا دل دھڑک اٹھا خدا کا گھر خموش ہے
 وہ لب کشا ہوئے نبی کہ دوستو دعا کرو
 جو وہ کہے وہ میں کہوں گا اور تم سنا کرو
 خدا کا حکم ہے مجھے کہ تم ہی ابتدا کرو
 علی علی کیا کرو علی علی کیا کرو

یہی علی جو دلبری کے شہر کا مکین ہے
 یہ ہے فلک کا سر پرست والدِ زمین ہے
 رموزِ کن کی سب امانتوں کا اک امین ہے
 یہ مہر و ماہتاب کے نگر کا مہ جبین ہے
 یہ راز دار و آشنائے رمزِ ماوِ طین ہے
 خدا کا نور جس کا حسن ہے یہ وہ حسین ہے
 یہ میرا ہم نفس بھی ہے یہ میرا ہم نشین ہے
 زمین و آسمان کی خلق میں یہ بہترین ہے
 سنو سنو کہ آج سے یہ میرا جانشین ہے

یہ حکم ہے کہ آج سے اسی کی اقتدا کرو
جو مشکلیں پڑیں تو اس کے در سے التجا کرو
سنو سنو کہ ہر جگہ یہی سبق دیا کرو
علی علی کیا کرو؟ علی علی کیا کرو

فلک سین ملک سین، زمیں کا ہر بشر نے
فضائے خشک و تر سے، ہوائے بحر و بر سے
ہر ایک قصر، جھونپڑی ہر ایک بام و در سے
چرند بھی، پرند بھی، حجر سے شجر سے
اجاڑ جنگلوں میں ہر طرح کا جانور سے
سمندروں کی تہہ میں سپیاں سین گہر سے
تمام انبیاء، ولی، وصی، قطب، نظر سے
ہر ایک ماں سے اسے، پدر سے پسر سے
نبی کے ہاتھ میں علی کا ہاتھ دیکھ کر سے
اسی علی کو آج سے مرا وصی کہا کرو
یہ ہے وسیلہ خدا اگر خدا خدا کرو
مری بجائے اس سے عمر بھر مدد لیا کرو
علی علی کیا کرو؟ علی علی کیا کرو

علی وقارِ انبیاء علی دلِ پیبری
علی پہ آ کے ختم ہے یہ جلوہ سنخوری
علی ولی نہیں فقط کرے ہے اولیا گری
علی کے دم سے سرخرو ہے قنبری کہ بوذری
علی نے کم سنی میں بھی دکھائی ہے وہ صفدری
کہ ختم ہو کے رہ گئی جہاں میں رسم اثری
علی کے آگے ہیچ ہیں نبی کے اور لشکری
کہاں احد سے بھاگنا کہاں جلال حیدری
جناب شیخ آپ نے بھی منصفی عجب کری
علی کے دشمنوں کا زور دیکھ تو لیا کرو
کبھی کبھی تو عدل پر بھی فیصلہ دیا کرو
جناب شیخ بغضِ مرتضیٰ میں مت جیا کرو
علی علی کیا کرو؟ علی علی کیا کرو

علی ہے کون تم غدیر خم پہ آ کے دیکھ لو
علی کو مشکلوں کے وقت آزما کے دیکھ لو
اسی میں رنگ ڈھنگ ہیں کل انبیاء کے دیکھ لو
یہ کون در گرا رہا ہے مسکرا کے دیکھ لو
کہاں پہ ختم سلسلے ہیں صوفیا کے دیکھ لو

ہیں کون رازداں جہاں میں کبریا کے دیکھ لو
 علی کو تم مقام حق سے بھی گرا کے دیکھ لو
 اسی میں ہی ملیں گے حوصلے خدا کے دیکھ لو
 بروزِ حشر خمِ جبینِ مرتضیٰ کے دیکھ لو
 علی کے دشمنو حسد کی آگ میں جلا کرو
 سنے گا کون حشر میں ہزار التجا کرو
 کہا نہ تھا یہ ہم نے اس مرض کی کچھ دوا کرو
 علی علی کیا کرو علی علی کیا کرو

سودا

اس نے کہا کہ مجھ کو یہ ”سونا“ پسند ہے
 اس نے کہا یہ جنس ہی اتنی بلند ہے!
 اس نے کہا کہ منصب بازار کون ہے؟
 اس نے کہا کہ آج خریدار کون ہے؟
 اس نے کہا کہ نام بتانا ضرور ہے؟
 اس نے کہا کہ جنس پہ مجھ کو غور ہے؟
 اس نے کہا کہ چھوڑ بھی اب جانتا تو ہے
 اس نے کہا کہ تو مجھے پہچانتا تو ہے
 اس نے کہا کہ نام کی اب ضد نہ کیجیے
 اس نے کہا کہ اور دکان دیکھ لیجیے
 اس نے کہا کہ دیکھ فضا کتنی نیک ہے
 اس نے کہا یہ جنس کروڑوں میں ایک ہے

اس نے کہا کہ نام پہ اڑنے سے فائدہ
 اس نے کہا کہ مفت بگڑنے سے فائدہ
 اس نے کہا کہ کیسے تیرے دل میں گھر کریں
 اس نے کہا کہ بات ذرا مختصر کریں
 اس نے کہا کہ سن وہ احد ہے عدد نہیں
 اس نے کہا کہ جنس کے بھی خال و خد نہیں
 خوش ہو کہ ذات ہے حق بنی مشتری تری
 پہلے بھی اس پہ قرض ہے انگشتی مری
 اس نے کہا کہ وہ تو سخاوت کی بات تھی
 اس نے کہا حضور مروت کی بات تھی
 اس نے کہا کہ وہ تھا اولی الامر کا مقام
 اس نے کہا کہ ہم نے بڑھایا تھا تیرا نام
 اس نے کہا کہ آج یہ سونا ہے کس طرح
 اس نے کہا کہ دیکھ مناسب ہو جس طرح
 اس نے کہا کہ جنس کی قیمت سنا مجھے
 اس نے کہا کہ اپنا ارادہ بتا مجھے
 اس نے کہا میں بھاؤ چکاتا نہیں کبھی

اس نے کہا میں نرخ بتاتا نہیں کبھی
 اس نے کہا کہ صاحب معیار بن کے آ
 اس نے کہا کہ تو بھی خریدار بن کے آ
 اس نے کہا کہ جنس پہ چادر ہے کس لیے؟
 اس نے کہا کسی کی نظر ہی نہ لگ سکے
 اس نے کہا کہ جنس ذرا وقف دید کر
 اس نے کہا کہ اس کو پرکھنا خرید کر
 اس نے کہا کہ کچھ تو مرے دل کا کر خیال
 اس نے کہا کہ ہاتھ ادھر لا ادھر سنبھال
 اس نے کہا کہ کوئی عدد کاروبار میں
 اس نے کہا کہ رو رہا ہوگا وہ غار میں
 اس نے کہا کہ جنس کے بارے میں کیا کریں؟
 اس نے کہا کہ آپ ہی کچھ فیصلہ کریں
 اس نے کہا کہ آج سے ارض و سما ترے
 اس نے کہا کہ وہ تو نہیں نقش پا مرے
 اس نے کہا کہ شمس و قمر بھی ترے غلام
 اس نے کہا کہ یہ مری انگشت کا ہے کام

اس نے کہا قضا و قدر بھی ہے تیرے نام
 اس نے کہا کہ ان سے تو کھیلے مرے غلام
 اس نے کہا خدائی کے سجدے ترے ثار
 اس نے کہا کہ وہ مری اک ضرب کا غبار
 اس نے کہا کہ لوح و قلم بھی ترے سپرد
 اس نے کہا کچھ اور بڑھا میری دستبرد
 اس نے کہا کہ وارثِ لیل و نہار تو
 اس نے کہا کچھ اور بڑھا میری آبرو
 اس نے کہا سزا و جزا تجھ پہ منحصر
 اس نے کہا کہ مشتری مطلب کی بات کر
 اس نے کہا کہ غلد بھی تیری کنیز ہے
 اس نے کہا کہ وہ مرے بچوں کی چیز ہے
 اس نے کہا کہ ساقی کوثر بھی تو ہے اب
 اس نے کہا میرے مراتب بڑھیں گے کب؟
 اس نے کہا کہ فاتحِ خیبر ترا لقب
 اس نے کہا کہ بات تو بننے لگی ہے اب

اس نے کہا کہ میرے فرشتے تیرے غلام
 اس نے کہا کروں گا تری بندگی مدام
 اس نے کہا کہ بدر و احد بھی تجھے نصیب
 اس نے کہا کہ اس سے جلیں گے مرے رقیب
 اس نے کہا کچھ اور بھی کرنا ہے اب وصول
 اس نے کہا کہ جو تری مرضی ہو سب قبول
 اس نے کہا پھر آج سے میری رضا ہے تو
 میں تیرا مدعا ہوں مرا مدعا ہے تو
 اس نے کہا کہ بس میری سرکار شکریہ
 اس نے کہا نہیں ترا سو بار شکریہ
 تھا مشتری بھی خوش مرا تاجر بھی سو گیا
 ”سونا“ علی کے صدقے میں انمول ہو گیا

ورودِ بوتراہ

دھڑک رہی ہے زندگی، دلوں میں اضطراب ہے
 خلا بھی ہے سجا سجا، فضا بھی لاجواب ہے
 زباں زباں پہ موجزن ترانہء شباب ہے
 حرم کی سر زمین پر عجیب انقلاب ہے
 خدا کے گھر میں دوستو ورودِ بوتراہ ہے

بکھر رہے ہیں دائرے جمالِ ذوالجلال کے
 جلے تو جل کے بجھ گئے عدو نبی کی آل کے
 ملنگ کہہ رہے پھر دھمال ڈال ڈال کے
 مٹی مٹی ہیں ظلمتیں، طلوعِ آفتاب ہے
 خدا کے گھر میں دوستو ورودِ بوتراہ ہے

رکی ہوئی ہیں نبضِ بحر و بر کی سب روانیاں
 زباں زباں پہ انما کی دلنشین کہانیاں
 ہر ایک سو رواں دواں خدا کی مہربانیاں
 ہر ایک رخ ہے آئینہ غضب کی آب و تاب ہے
 خدا کے گھر میں دوستو ورودِ بوتراہ ہے

یہاں وہاں ادھر ادھر جلی جلی کی دھوم ہے
 چمن چمن، کلی کلی، ولی ولی کی دھوم ہے
 نگر نگر گلی گلی، علی علی کی دھوم ہے
 یہی صدائے دلنشین ہمارا انتخاب ہے
 خدا کے گھر میں دوستو ورودِ بوتراہ ہے

خیبر

سلطان عرب، معراج نسب اے ناصر ارض و سما مددے
اے مرکز عالم علم و یقیں اے محور صبر و رضا مددے
اے رہبر کامل منزل حق، اے پیکر صدق و صفا مددے
اے حلم کا گھر اے علم کا در حیدر صفدر ایلیا مددے
تو سخی تو انخی تو جلی کا ولی تو علیؑ تو ہے شیر خدا مددے

میرادل میرن مرے دیں کا چمن مرا شعلہ بدن ذرا سامنے آ
مرا شوخ سخن میری لے مرا فن مرا تن من دھن ذرا سامنے آ
مرا روپ گنگن، مرا ڈھول بجن، مری جاں مرا چن ذرا سامنے آ
ذرا سامنے آ مرا روپ بڑھا، میری سج دھج شانِ سخا مددے
تو سخی تو انخی تو جلی کا ولی تو علیؑ تو ہے شیر خدا مددے

تو کہاں ہے بتا مرے ابن ابی، تجھے ڈھونڈ رہا ہے خدا کا نبی
تری خوش لقمی پہ یہ لوگ ہنسیں، میری حق طلبی کی ہے بے ادبی
کوئی مونس جاں نہیں تیرے سوا، کئی مدنی، عجبی، عربی
یہاں تیرگی باطل ہے بہت، اے روشنی بطحا مددے
تو سخی تو انخی، تو جلی کا ولی تو علیؑ تو ہے شیر خدا مددے

پھر کھینچ طنائیں دھرتی کی، پھر آج نئے انداز سے آ
کونین کی نبضیں تھم جائیں، اس طور سے آ اس ناز سے آ
خیبر سے مدینہ دور سہی، طاقت سے نہیں اعجاز سے آ
اے صاحبِ حی علیؑ مددے، اے وارثِ مددے
تو سخی تو انخی، تو جلی کا ولی تو علیؑ تو ہے شیر خدا مددے

کیا عرض کروں یہ شہر مرے کس بزدل گود کے پالے ہیں
سب صورت کے اجیالے ہیں، پر من اندر سے کالے ہیں
بے وقت کے روگی جوگی ہیں، بے موقع رونے والے ہیں
اب ان سے جان چھڑا میری، اے سایہ بالِ ہما مددے
تو سخی تو انخی تو جلی کا ولی تو علیؑ تو ہے شیر خدا مددے

مجھے عرش پہ جب کیا حق نے طلب، معراج کی شب ذرا یاد تو کر
وہاں تیرے سبب ہوا حال عجب، وہی بزمِ طرب ذرا یاد تو کر
میں تھا مہر بہ لب، مجھے یاد ہے سب یہی کہتا تھا رب ذرا یاد تو کر
کبھی وقت پڑے تو اے ختم رسل یہی کہنا کہ غیبِ نماد دے
تو سخی تو انخی، تو جلی کا ولی، تو علیؑ تو ہے شیرِ خدا مدد دے

گھوڑا

لے میں تو چل پڑا ہوں پھر کے ببر کی چال
اب تو بھی مست ہو کے نقابوں سے منہ نکال
میں سراڑا رہا ہوں، فضا میں انہیں اچھال
اعضا مرے سپرد ہیں، روحوں کو تو سنبھال
میرے سموں کی سم پہ تو شل ہے اجل کی تال
فرصت نہیں کہ پوچھ سکوں اب میں تیرا حال
اپنے ہر ایک وار کو رقصِ قضا میں ڈھال
میں چال کا دھنی ہوں تو میرا نہ کر خیال
اب وقت ہے کہ بدلہ، بغض و عناد لے
ہر ضرب پر گرفتِ یدِ اللہ سے داد لے

تک سوئے فلک، مرے عرش تک ہے یہ جس کی جھلک وہ علیؑ تو نہیں
نگراں ہیں ملک، نہ جھپک تو پلک ہے یہ جس کی چمک وہ علیؑ تو نہیں
ہوئی ایسی کڑک، گیا دل بھی دھڑک، مجھے پتا ہے شک وہ علیؑ تو نہیں
پڑھو صل علیؑ وہ علیؑ آ گیا، کہو قبلہ و کعبہ، ما مدد دے
تو سخی تو انخی، تو جلی کا ولی، تو علیؑ تو ہے شیرِ خدا مدد دے

جبریل کے پڑ کفار کے سر، ہشیار کہ شیرِ ببر آیا
اے قلب و جگر، اے فکر و نظر، تیار کہ شیرِ ببر آیا
تاروں کے گز، دھرتی کے سپر، بیدار کہ شیرِ ببر آیا
اے نازِ دلِ عقبی مددے، اے تاجِ سرِ زہرا مدد دے
تو سخی تو انخی، تو جلی کا ولی، تو علیؑ تو ہے شیرِ خدا مدد دے

مرکب

یہ بات ہے تو پھر مرے تیور بھی دیکھنا
 کھل کھل کے کھیلتے ہوئے جو ہر بھی دیکھنا
 چلتی ہوئی عذاب کی صرصر بھی دیکھنا
 خونِ عدو سے روئے زمیں تر بھی دیکھنا
 خیر میں آج موت کے چکر بھی دیکھنا
 ٹاپوں کی دھن پہاڑتے ہوئے سر بھی دیکھنا
 میدان چھوڑتے ہوئے لشکر بھی دیکھنا
 حملے مرے زمیں سے فلک پر بھی دیکھنا

قدموں میں اضطراب نگاہوں میں کیف ہے
 مولا سے آج داد نہ لوں گر تو حیف ہے

تلوار

چنچل چمک کے چرخ پہ چل چل چل کے چل
 بجلی بدن کی باگ بنا بن بدل کے چل
 دھرتی کو مثل برگ گل ترسل کے چل
 اندھی اٹل اجل سے بھی آگے نکل کے چل
 اعدا نگاہ بد سے نہ دیکھیں سنبھل کے چل
 چہرے پہ گردِ آبیہ و لطین مل کے چل
 ہر دشمن علیٰ کو سموں سے کچل کے چل
 لیکن میں جس کو چھوڑ دوں تو اس سے ٹل کے چل

بیٹھا ہے کبریا کا اسد تیری زین پر
 کر بل کے آسمان کو اڑا دے زمین پر

غدرِ خم

وہ غدرِ خم میں اذال ہوئی وہ بھی خیال کی انجمن
 وہ رُخ شعور پہ ضو پڑی وہ بڑھا حیات کا بانگین
 وہ کلی کھٹک سے چٹک گئی وہ بھٹک بھٹک کے چلی پون
 لب آرزو پہ دھنک پڑی کھلا خواہشوں کا حسین چمن
 دل کہکشاں میں اتر گئی وہ ردائے دشت شکن شکن
 وہ سوار یوں کے قدم رکے جھکے فرش پر وہ تھکے بدن
 وہ فلک کو دیکھ کے ہنس پڑا رخ رگزار کا بھولپن
 وہ زمیں کے دل میں ہے آرزو کہ ملائے آنکھ ذرا گنگن
 سوئے مرتضیٰ بڑھے مصطفیٰ بمزاجِ رسم و رہ کہن
 وہ نبی وحی سے ملا ہے یوں ملے جیسے چاند سے اک کرن
 وہ علی کا ہاتھ بلند ہے کہاں رہ گئے یہ زمیں زمن
 سر تخت ریگ ہے لب کشا وہ امیر محفل پنجتن
 کہا مصطفیٰ نے کہ زندگی مری بات آج سے عام کر
 ہے یہی علی مرا جانشین میرے جانشین کو سلام کر

تلوار

جی چاہتا ہے آج قیامت کا رن پڑے
 گردن سے سر جدا ہوں بدن پر بدن پڑے
 کہرام وہ بچے کہ فلک سے نہ بن پڑے
 جھنکار سے اجل کی جہیں پر شکن پڑے
 چنگاریوں سے شمس و قمر میں گہن پڑے
 میرے ہر ایک وار سے بجلی سی چھن پڑے
 جس سمت میرے غیظ و غضب کی کرن پڑے
 مولا کے دشمنوں پہ قضا کا کفن پڑے

پیوست ہوں زمیں سے جو میرے شکار ہوں
 کوئی شمار کر نہ سکے بے شمار ہوں

سر محشر

میں سایہ طوبیٰ کی خنک رُت سے ہوں واقف
 مولاً تری گلیوں کی مگر چھاؤں گھنی ہے
 اب کس سے کہوں کیا ہے ترے ہجر کا عالم؟
 جو سانس بھی لیتا ہوں وہ نیزے کی انی ہے
 یہ درد کی دولت بھی میسر کسے ہوگی؟
 جو اشک ہے آنکھوں میں وہ ہیرے کی کنی ہے
 جو کچھ مجھے دینا ہے زمانے سے الگ دے
 وہ یوں کہ زمانے سے میری کم ہی بنی ہے
 حاصل ہے اسے سایہ دامانِ پیمبر
 محسن سر محشر بھی مقدر کا دھنی ہے

حق ایلیا

سن سن مرا پیغام سن
 ہر بات پر یوں سر نہ دھن
 اپنی قبائے فکر پر
 کلیاں سجا کانٹے نہ چن
 حیدر بقا باقی فنا
 ریشم پہن کھدر نہ بن
 اک بار پی جامِ ولا
 تجھ پر سدا بر سے گا بن
 کچھ سوچ تخلیقات پر
 اے صاحب فکر و سخن

بنتا ہے جب پیکر کوئی
 کہتا ہے کون اس وقت کن
 افکار کا سونا بنا
 الفاظ کی روئی نہ دھن
 اس پر میرا ایمان ہے
 آتا ہے مجھ کو ایک گن
 مولا علی مشکل کشا
 جس کو لیا خالق نے چن
 ہاں اے عدوئے مرتضیٰ
 حیدر کا تو ہمسر دکھا
 جس کو خدا بندہ کہے
 بندے کہیں جس کو خدا
 حق ایلیا حق ایلیا
 حق ایلیا

یہ این و آں یہ خشک و تر
 یہ رنگ و بو شام و سحر

ویران ہوتی بستیاں
 ہر سمت یہ آباد گھر
 یہ غلغلے احساس کے
 یہ ہاؤ ہو آٹھوں پہر
 ہر دم جواں پیہم رواں
 دھرتی فلک شمس و قمر
 طوفانِ سمندر آب جو
 ہیرے صدف موتی، گہر
 رستے مسافر قافلے
 منزل قدم گرد سفر
 رنگ فضا، سنگ صدا
 کروپیاں جن و بشر
 جو کچھ بھی ہے کونین میں
 مولا کی ہے خیرات در
 سب کچھ اسی کے فیض سے
 سب کا وہی ہے چارہ گر
 جب اس کا در بنجنے لگا

سارا جہاں سجنے لگا
قرآن میں پڑھ ہل اتی
صلے علی صلی علی
حق ایلیا، حق ایلیا
حق ایلیا

اے خطہء ارضِ عرب
کر یاد تو تیرہ رجب
انوارِ کعبہ در نبی
ہم شکل یزداں کے سبب
خالق کے گھرا ترے بشر
ہوتا ہے یوں دنیا میں کب؟
بت بھی اسے سجدہ کریں
لوگو یہ ہے بندہ عجب
اوصافِ مثلِ کبریا
سیرت میں بھی اعلیٰ نسب
جب تک نہ دیں احمد زباں

اس وقت تک کھولے نہ لب
اس بندہ رب کے لیے
کہتا ہے خود بندوں کا رب
اس کی رضا میری رضا
اس کا غضب میرا غضب
میرے نبی کا آسرا
کوئی نہیں اس کے سوا
اب تو بھی ہو وقف دعا
حق ایلیا حق ایلیا
حق ایلیا

جھولے میں اک طفلِ حسین
سویا ہوا ہے ناز میں
بنتِ اسد کا لاڈلا
عالم کا تنہا مہ جیں
جھک جھک کے دیکھے آسماں
رک رک کے پہچانے زمیں

دہکا ہے رنگ لعل لب
 مہکی ہے زلف عنبریں
 آنکھیں گلابی جھیل ہیں
 چہرہ رخ دین میں
 اژدر کی پھنکاریں سنو
 ٹھہرو ہوئی آہٹ کہیں
 پھیلا عدوئے مرتضیٰ
 آیا جو جھولے کے قریں
 اٹھا وہ دستِ کبریا
 اژدر ہوا ٹکڑے نہیں
 عالم پہ سکتہ چھا گیا
 ہر شخص ہے سہا ہوا
 بوجہل کو کہنا پڑا
 حق ایلیا، حق ایلیا
 حق ایلیا

ہجرت کی شام پر خطر
 بھائی کی چادر اوڑھ کر

سویا ہے کتنے چین سے
 جاں دادۂ خیر البشر
 دیکھا خمارِ خواب میں
 منہ چومنے آئی سحر
 اعداء کے گھیرے میں مکاں
 دشمن کے قبضے میں ہے گھر
 منظر سے ہے ظاہر ابھی
 تیغوں سے برسیں گے شرر
 لیکن یہ منظر چھوڑ دو
 آؤ ذرا دیکھیں ادھر
 پیغمبری ہے مطمئن
 بستر پہ ہے شیر ببر
 لپٹا ہے اپنی اصل سے
 شاخِ شجاعت کا ثمر
 اس سمت خوف و حزن سے
 رویا نبی کا ہم سفر
 سرور کو کچھ یاد آ گیا

کہنے لگے یوں مصطفیٰ
کیوں بے محل رونے لگا
آجھ پہ دم کر دوں دعا
حق ایلیا، حق ایلیا
حق ایلیا

اک اور منظر دیکھنا
اب سوئے خیبر دیکھنا
بغض و حسد کے روپ میں
مرحب کے تیور دیکھنا
ہیں سرنگوں بیٹھے ہوئے
اصحاب سرور دیکھنا
رہ رہ کے احمد کا وہاں
اپنا مقدر دیکھنا
آیا سوار کہکشاں
اترا وہ حیدر دیکھنا
اک پل میں اب اڑتا ہوا

اک آہنی در دیکھنا
سہمی زمیں اوڑھے ہوئے
جبریل کے پر دیکھنا
آتا ہے کتنے ناز سے
نفسِ پیمبر دیکھنا
سلمان کہتے تھے ادھر
لوگو ہنرور دیکھنا
کیسے چلی تیغ علی
مردوں کے جوہر دیکھنا
حیدر کی مٹھی میں ذرا
مرحب کا بھی سر دیکھنا
کہتے تھے اس دم مصطفیٰ
یہ ہے پیامِ کبریا
جب بھی ہو دکھ کا سامنا
واجب ہے تم پر یہ صدا
حق ایلیا، حق ایلیا
حق ایلیا

معراج کی شب آ گئی
 ہر سو خموشی چھا گئی
 جاگو ذرا اے مصطفیٰ
 دیکھو سواری آ گئی
 طے ہو چکیں سب منزلیں
 روح ام لہرا گئی
 آیا حجاب آخری
 ساری فضا چرا گئی
 چپ چپ ہے حق کا نبی
 قسمت کہاں ٹھہرا گئی
 یہ ساتھ ہے دیکھا ہوا
 انگشت ہی بتلا گئی
 پردے کے اندر کون ہے؟
 لہجے کی رو سمجھا گئی
 ابھری صدائے آشنا
 عقدے کئی سلجھا گئی
 پوچھا نبیؐ نے ماجرا

آئی صدائے کبریا
 اے وارثِ بزمِ کساء
 یہ کون ہے بوجھو ذرا
 بولے جواباً مصطفیٰ
 حق ایلیا، حق ایلیا
 حق ایلیا

یاد آ گیا کچھ بر محل
 سوئے غدیر خم بھی چل
 یہ قافلہ کیوں رک گیا؟
 پڑنے لگا کیسا خلل؟
 اترا ہے کیوں روح الامیں؟
 کیوں تھم گیا ہر ایک پل؟
 پالان کے منبر پہ کیوں؟
 ابھری اذراں اے دل سنبھل
 کہتا ہے کون اس دشت میں
 حی علیٰ خیر العمل

سن لے زبانِ نور سے
 توحید کی تازہ غزل
 وہ دے رہے ہیں مصطفیٰ
 پیغامِ رب لم یزل
 حیدر ہے میرا جانشین
 حیدر مری محنت کا پھل
 یہ محورِ ارض و سما
 نیوں کا یہ عقدہ کشا
 آدم کا پہلا مدعا
 نوحِ نجی کا آسرا
 یعقوب کے دل کی دعا
 یہ حسنِ یوسف کی بقا
 یہ ابنِ مریم کی شفا
 یہ صدرِ بزمِ اتقیاء
 یہ قاطعِ ظلم و وبا
 یہ منزلِ حق آشنا
 یہ بندہٗ غائب نما

یہ آدمی کا ارتقا
 یہ فصلِ گل موجِ صبا
 یہ ساقیِ حوضِ ولا
 یہ ماہ و انجم کی ضیاء
 یہ دشمنِ حق کی قضا
 یہ سرِ حق کی ابتداء
 یہ رازدارِ انما
 یہ حوصلوں کی انتہا
 یہ صبر میں ڈھالا ہوا
 یہ موت کا پالا ہوا
 یہ خلد کا سلطانِ سدا
 یہ دافعِ قحط و وبا
 یہ شافعِ روزِ جزا
 یہ جنگ میں کہسار سا
 یہ آئینہٗ اعمال کا
 یہ سو مرض کی اک دوا
 یہ کشتیوں کا ناخدا

یہ سازِ حق سوزِ نوا
یہ مرکزِ حسنِ وفا
یہ رازِ نطقِ تحتِ با
یہ لختِ دلِ عمران کا
ہر اک کا مولا بن گیا
اب مجھ پہ بھی واجب ہوا
حق ایلیا حق ایلیا
حق ایلیا
حق ایلیا

شبیرؑ

شبیر کربلا کی حکومت کا تاجدار
انساں کا نازِ دوشِ نبوت کا شہسوار
ہے جس کی ٹھوکروں میں خدائی کا اقتدار
جس کے گداگروں سے ہر اسماں ہے روزگار
جس نے زمیں کو عرشِ مقدر بنا دیا
ذروں کو آفتاب کا محور بنا دیا

وہ جس کی بندگی میں سمٹی ہے داوری
کھولے دلوں پہ جس نے رموزِ دلاوری
لٹ کر بھی کی ہے جس نے شریعت کی یاوری
جس نے سمندروں کو سکھائی شناوری
وہ جس کا غم ہے ابر کی صورتِ تنا ہوا
صحرا ہے رشکِ مہجہء کوثر بنا ہوا

جس کے غلام اب بھی سلیمان سے کم نہیں
 جس کا مزار خلد کے ایوان سے کم نہیں
 جس کا مزاج وعدہ یزداں سے کم نہیں
 جس کی جبیں لطافت قرآں سے کم نہیں
 وہ جس کی پیاس چشمہ آب حیات ہے
 وہ جس کا نام آج بھی وجہ نجات ہے

وہ کہکشاں جہیں وہ ذبح فلک مقام
 جس نے کیا ضمیر انا میں سدا قیام
 جس نے جہنم عرش پہ لکھا بشر کا نام
 جس کی سخاوتوں کو سخاوت کرے سلام
 نوک سناں کو رتبہ معراج بخش دے
 جو دست دو فلک کا حسیں تاج بخش دے

کنکر کو دُر بنائے کہاں کوئی جوہری
 ایجاد کی حسین نے یہ کیمیا گری
 بخشی ہے یوں بشر کو ملائک پہ برتری
 بچوں کو ایک پل میں بناتا گیا جری
 وہ جس کے شک کو حق کا قرینہ سکھا دیا
 جس نے بشر کو مر کے بھی جینا سکھا دیا

جو میر کاروانِ مودت ہے وہ حسین
 جو مرکزِ نگاہِ مشیت ہے وہ حسین
 جو رازدارِ کنزِ حقیقت ہے وہ حسین
 جو تاجدارِ ملکِ شریعت ہے وہ حسین
 وہ جس کا عزم آپ ہی اپنی مثال ہے
 جس کی ”نہیں“ کو ”ہاں“ میں بدلنا محال ہے

مولاً تو جی رہا ہے عجب اہتمام سے
 سمجھے ہیں ہم خدا کو بھی تیرے کلام سے
 کرنیں وہ پھوٹی ہیں سدا تیرے نام سے
 کرتے ہیں تیرا ذکر سبھی احترام سے
 پایا ہے وہ مقامِ ابد تیرے نام نے
 آیا نہ پھر یزید کوئی تیرے سامنے

صبا کا سینہ بنے سفینہ ذرا طبیعت رواں دواں ہو
 ہوا میں خوشبو کے دائرے ہوں، خلا میں کرنوں کا سائباں ہو
 زمیں زمرہ اگل رہی ہو، گلاب گلزار آسماں ہو
 ہر ایک کو نیل کنول اچھائے، کلی کلی کنز کن فکاں ہو
 چمن کے سینے پہ فصل گل کا نشان بانداز کہکشاں ہو
 جبین کو نین پختن کے کرم سے فردوس انس و جاں ہو
 سبھی سمندر ہوں میرے بس میں شجر شجر میرا رازداں ہو
 درود کی انجمن سجاؤں، دہن میں جبریل کی زباں ہو
 خیال ہو سلسبیل جیسا، جلو میں لفظوں کا کارواں ہو
 چمن سجاؤں میں ہل اتی کا محبتوں سے بھرا جہاں ہو

حسینؑ

کہیں قبیلہ ہو اولیاء کا، کہیں پہ بہلول کی دکاں ہو
 بچھا کے مسند بشارتوں کی دلوں پہ ادراک مہرباں ہو
 میں اپنی سوچوں کو آب کوثر میں غسل دے دوں تو امتحاں ہو
 پڑھوں میں تسبیح فاطمہ جب تو کعبہ فکر میں اذال ہو
 اگر یہ سب کچھ ملے تو مدح شہنشاہ مشرقین لکھوں
 حیا کی تختی پہ اپنی پلکوں سے پھر میں لفظ حسین لکھوں

حسینؑ کیا ہے؟ خیال خیمہ خلوص خامہ خرد خزانہ
 حسینؑ کیا ہے؟ زبان وحدت پہ انما کا حسیں ترانہ
 حسینؑ کیا ہے؟ ضمیر زمزم، خمیر کوثر، کرم نشانہ
 حسینؑ کیا ہے تمام نبیوں کے دین محکم کا آب ودانہ
 حسینؑ کیا ہے محیط عالم، مشیر مرسل، مہ زمانہ
 حسینؑ کیا ہے تھکے ہوئے دیں کے درد کا آخری ٹھکانہ
 حسینؑ کیا ہے؟ خلوص پرور مشیتوں کا حسیں گھرانہ
 حسینؑ کیا ہے؟ تمام غیرت کی ایک آوازِ غازیانہ
 حسینؑ کیا ہے؟ یزیدیت کے بدن پہ عبرت کا تازیانہ

حسین وہ ہے کہ جیت جس کو ادب سے جھک کر سلام کر لے
 حسین وہ ہے جو نوکِ نیزہ پہ خود خدا سے کلام کر لے

حسین اب بھی سمجھ رہا ہے یزیدیت کے سبھی اشارے
 حسین اب بھی لہو سے سیراب کر رہا ہے فلک کنارے
 حسین اب بھی سجا رہا ہے زمیں پہ شمس و قمر ستارے
 حسین اب بھی بدل رہا ہے ستم کی طغیانوں کے دھارے
 حسین اب بھی سنار ہا ہے سناں پہ قرآں کے درد پارے
 حسین اب بھی سنبھل سنبھل کے پجار ہا ہے سبھی سہارے
 حسین اب بھی لٹا رہا ہے نبیؐ کے دیں پر بجل دلارے
 حسین اب بھی یہ چاہتا ہے کہ مشکلوں میں کوئی پکارے
 یزیدیوں کو یہ وہم کیوں ہے کہ صرف اک دن حساب ہوگا
 حسین سے جو جہاں بھی اچھے وہیں پہ خانہ خراب ہوگا

مناظرہ زمین و آسماں

اک دن بڑے غرور سے کہنے لگی زمیں
 آیا مرے نصیب میں پرچم حسینؑ کا
 مہتاب نے کہا میرے سینے کے داغ دیکھ
 ہوتا ہے آسماں پہ بھی ماتم حسینؑ کا

پھر آسماں نے ہنس کے کہا حیثیت نہ بھول
 تو اوج عرش و کرسی و لوح و قلم نہیں
 جب سے جبین سبط نبیؐ مجھ پہ خم ہوئی
 اس دن سے میں بھی عرشِ معلیٰ سے کم نہیں

کہنے لگا فلک کہ ذرا دیکھ اے زمیں
 میری بلندیوں کی تو محتاج ہو گئی
 صرف ایک شب کو آئے تھے اس سمت مصطفیٰ
 وہ شب جہان میں شب معراج ہو گئی

چھیڑا ہے تذکرہ شب معراج کا تو سن
میرا خیال ہے کہ تیری بھول بڑھ گئی
نعلین مصطفیٰ کی قسم منصفی تو کر
تجھ سے تو مرتبے میں میری دھول بڑھ گئی

تو جن کے فیض سے ہے منور وہ نور زاد
سارے ازل کے دن سے مری اپنی حد میں ہیں
پہلے تو میں خلا کا اڑاتی رہی مذاق
شمس و قمر بھی اب مرے بیٹوں کی زد میں ہیں

بیٹوں کی تربیت پہ بہت ناز بھی نہ کر
کچھ دن میں ہیں سخی کئی کنجوس بھی تو ہیں
کہنے لگی زمیں کہ ستاروں کو بھی تو دیکھ
کچھ ان میں نیک ہیں کئی منحوس بھی تو ہیں

یہ شہر کہکشاں یہ مہ و مہر کے دیار
آدیکھ تو سہی مرے دامن میں کیا نہیں؟
کہنے لگی زمیں سر تسلیم خم بجا!
سب کچھ ہے تیرے پاس مگر کربلا نہیں

وہ دن بھی تھے کہ جب مری وسعت کے آس پاس
رہتا تھا مرکب شہ کونین یاد کر
اتنی سی بات پر تجھے اتنا غرور ہے
کھیلے ہیں میری خاک پہ حسنین یاد کر

کر یاد تیرے پاس ہی جھولے کے روپ میں
جبریل لے کے آئے عماری حسین کی
تو بھی تو یاد کر کہ زمیں پر بروز عید
ختم رسل بنے تھے سواری حسین کی

سن اے عدوئے امن و سکوں دشمن بشر
تو ایک بوجھ بن گئی نبیوں کی جان پر
عیسیٰ نے ایک عمر سہے ہیں تیرے ستم
آخر سکوں ملا ہے اسے آسمان پر

اے انتظار گاہِ امام جہاں نہ چھیڑ
جھوٹی شکن نہ ڈال منور جبین پر
آنے دے میرے آخری وارث کو ایک بار
عیسیٰ کو پھر اترنا پڑے گا زمین پر

کہنے لگا فلک کہ زباں کو لگام دے
پہلے بھی تیری ضد کا ستایا ہوا ہوں میں
ہر سو محیط ہیں میری سرحد کی وسعتیں
تجھ پر ازل کی صبح سے چھایا ہوا ہوں میں

گستاخیاں فضول ہیں میرے حضور میں
اب کیا کہوں کہ تو تو بڑا بدمزاج ہے
تو جن کی خاک تک بھی نہ اڑ کر پہنچ سکے
ان سرحدوں پہ بھی مرے ابا کا راج ہے

آخر فلک نے جھک کے زمیں کو کیا سلام
اللہ رے یہ شعور یہ صورت جہاں کی ہے
کس نے سکھائی ہیں تجھے حاضر جوابیاں
کیا شجرہ نسب ہے ترا تو کہاں کی ہے

کہنے لگی زمیں کی فلک جی خطا معاف
اب ٹھیک ہو گئی ہے طبیعت جناب کی
کافی ہے اس قدر ہی مرا شجرہ نسب
ادنیٰ سی اک کنیز ہوں میں بو تراب کی

حسین اور کربلا

حسینؑ

تجھ پر میرا سلام ہو اے دشتِ بے گیاہ
میری محبتوں کی عقیدت وصول کر
آیا ہوں رفعتوں کی تمنا لیے ہوئے
میرا خلوص میری دعائیں قبول کر
کربلا

اے اجنبی ٹھہر مجھے اتنی دعا نہ دے
پہلے بھی میری خاک ہے نبیوں سے شرمسار
میری حدوں سے جلد گزر جا با احتیاط
میں کربلا ہوں میری تباہی سے ہوشیار

حسینؑ

تیرے اجاڑ پن کا میرے پاس ہے علاج
تجھ کو خبر نہیں کہ میں عیسیٰ کا ناز ہوں
میں نے تو بچنے میں فرشتوں کو پر دیے
اپنا مرض بتا میں بڑا کارساز ہوں
کربلا

میری رگوں میں ہانپتی رہتی ہے شب کو موت
دن کو میری فضا میں برستی ہیں بجلیاں
شام و سحر بلاؤں کے مسکن ہیں ہر طرف
ہر سو بکھر رہی ہیں ہواؤں کی ہچکیاں
حسینؑ

وہ لوگ انبیاء تھے مگر میں امام ہوں
ممکن نہیں کہ دید کے بدلے شنید لوں
تجھ کو سنوارنے کی تمنا بھی ضد بھی ہے
اب طے یہ ہو چکا ہے تجھے میں خرید لوں

کربلا

مجھ کو سنوارنے کی تمنا ہے گر تو سن
اتنا لہو تو ہو کہ میں جس سے سنور سکوں
روزِ ازل سے ہے میری قسمت بجھی ہوئی
کیا کچھ ہے تیرے پاس میں جس سے نکھر سکوں
حسینؑ

میں وہ ہوں جس کو صرف تباہی سے پیار ہے
میرے ہی دم سے عرضِ تولا بنے گی تو
میں اس طرح پڑھوں گا یہاں آخری نماز
رتے میں مثلِ عرشِ معلیٰ بنے گی تو
کربلا

ممکن نہیں کہیں پہ بھی یہ کیمیا گری
جو فرشِ بے ردا کو کوئی تاج بخش دے
ایسا کوئی بشر نہیں دیکھا جو اس طرح
ذروں کو چھو کے عرش کی معراج بخش دے

حسینؑ

اے نینوا اداس نہ ہو حوصلہ نہ ہار
لایا ہوں تیرے واسطے پیغامِ زندگی
میں خود اجڑ کے تجھ کو بساؤں گا اس طرح
تیری سحر بنے گی میری شامِ زندگی
کربلا

میرا یہ مشورہ ہے مسافر پلٹ ہی جا
شاید تجھے خبر نہیں میرے جنون کی
گرمی سے جاں بلب ہیں تیرے قافلے کے لوگ
لیکن میری رگوں میں ضرورت ہے خون کی
کربلا

ڈھونڈے گا آسمان تیرے ذروں کی نکلتیں
تجھ کو عطا کروں گا وہ پوشاک دیکھنا
میرے لہو سے تجھ کو ملے گا وہ مرتبہ
خاکِ شفا بنے گی میری خاک دیکھنا

کربلا

دعویٰ نہ کر کہ مجھ کو بسانا محال ہے
ایسا کوئی جہان میں پیدا نہیں ہوا
ہر فرد کو تلاشِ مسرت ہے دہر میں
کوئی تباہیوں کا تو شیدا نہیں ہوا
حسینؑ

اے خاکِ بے ثمر میرا اعجاز دیکھنا
اک بار میرے ساتھ ذرا مسکرا کے دیکھ
ضامن ہوں تجھ کو غلد سے بڑھ کر بساؤں گا
اے خطہ اداس مجھے آزما کے دیکھ
کربلا

آئے تھے لوگ مجھ کو بسانے کے شوق میں
اک پل میں سب کے صبر کے ساغر چھلک گئے
تو تازہ دم سہی مگر اتنا خیال کر
میری اداسیوں سے پیہر بھی تھک گئے

حسینیتؑ

مرا عقیدہ ہے بعد محشر فلک پہ یہ اہتمام ہوگا
مرے خیالوں سے بھی زیادہ وسیع تراک مقام ہوگا
عقیدتوں کے چمن کھلیں گے مسرتوں کا نظام ہوگا
گلوں کو نسبت علی سے ہوگی کلی پہ زہرا کا نام ہوگا
ولائے حب علیؑ کی برسات کا عجب لطف عام ہوگا
یہ انبیاء سب وزیر ہوں گے تو صدر میرا امام ہوگا
مشیر معصومیت کے پائے کہ عدل سے جن کو کام ہوگا
محببتوں کی ہوا چلے گی ہوا میں حق کا پیام ہوگا
کہیں پہ زہرا کے پاسبانوں میں ایک فِضّہ کا نام ہوگا
کہیں در قصر بنت زہرا پہ سجدہ صبح و شام ہوگا
مرا عقیدہ نہیں ہے جھوٹا یقین ہے یہ اہتمام ہوگا
یہ عکس ہے ایک سلطنت کا حسینیت جس کا نام ہوگا
بہشت میراث جو نہیں ہے کہ گردِ راہ شہ نجف ہے
مگر منافق کا کیا ٹھکانہ نہ اس طرف ہے نہ اس طرف ہے

کہیں پہ باقر علوم بانٹیں گے علم کا لطف عام ہوگا
کہیں پہ جعفر کے گرد اہل خلوص کا اژدہام ہوگا
کہیں پہ موسیٰ رضا کی جانب سے مومنوں کو سلام ہوگا
کہیں جناب علی رضا سے کسی پیغمبر کو کام ہوگا
کہیں تقی بزم اتقیاء کا سلام لیں گے کلام ہوگا
کہیں نقی مسند نقاوت پہ وقف الطاف عام ہوگا
کہیں حسن عسکری کی محفل میں ذکر خیر الا نام ہوگا
کہیں کسی تخت پر مرے چودھویں علی کا قیام ہوگا
کہیں پہ نعرے علی علی کے کہیں درود و سلام ہوگا
ہر ایک میکش کے ہاتھ میں سلسبیل و کوثر کا جام ہوگا
مگر تیرہ کیے بغیر اس کو منہ لگانا حرام ہوگا
ہر اک عمارت خدا کی قدرت کا ایک نقش دوام ہوگا
کہیں محمد کی مسکراہٹ کہیں علی کا کلام ہوگا
کہیں حسن کی حسین صورت پہ زاروں کا سلام ہوگا
کہیں پہ مظلوم کربلا کے جلوں کا اہتمام ہوگا
کہیں پہ سجاد کی سواری کا ذہن میں احترام ہوگا

گلی گلی میں اسی کا پرچم اسی کا سجدہ جبیں جبیں ہے
 قدم قدم پر سبیل اس کی نظر نظر میں وہی مکیں ہے
 ہوا ہوا میں اسی کے نوے وہی تصور خلا نشیں ہے
 اسی کا ماتم ہے آگ پر بھی اسی کا غم خلد کا امیں ہے
 فلک فلک پر لہو اسی کا اسی کی مجلس زمیں زمیں ہے
 حسینیت کو مٹانے والو حسینیت اب کہاں نہیں ہے؟

جہاں بھی ظالم حکومتیں تھیں وہاں وہ مظلوم چھا گیا ہے
 وہ تیرگی کی ردا پہ اپنے لہو سے موتی سجا گیا ہے
 کٹے ہوئے سر سے نوک نیزہ پہ بھی وہ قرآں سنا گیا ہے
 بس ایک پل میں زمیں کو چھو کر کوئی بنا گیا ہے
 جہاں جہاں کل یزیدیت تھی حسینیت اب وہیں وہیں ہے
 حسینیت کو مٹانے والو حسینیت اب کہاں نہیں ہے

آدم اور حسینؑ

آدم کی ذات مرکزِ ایمان بھی نہیں
 آدم کا نطق محورِ قرآن بھی نہیں
 آدم خطا کرے کوئی نقصان بھی نہیں
 شبیر میں خطا کا تو امکان بھی نہیں
 ادنیٰ سی شان دیکھ شہِ مشرقین کی
 آدم بہشت میں بھی رعیتِ حسین کی

آدم کو فرق امر و نہی کی خبر نہیں
 آدم ابو البشر ہے ضمیرِ بشر نہیں
 آدم شب سیہ میں دلیلِ سحر نہیں
 آدم صفی ضرور ہے اوصافِ گر نہیں
 آدم نبی ہے صاحبِ عز و وقار ہے
 لیکن حسین دوشِ نبی کا سوار ہے

آدم خدا کا نور نہیں تھا حسین ہے
 آدم خطا سے دور نہیں تھا حسین ہے
 آدم شعاع طور نہیں تھا حسین ہے
 آدم مرا غرور نہیں تھا حسین ہے

آدم تراب ہے یہ دل بو تراب ہے
 وہ نقشِ گل یہ محورِ صد آفتاب ہے

نوح اور حسینؑ

رتبے میں ہونچی تو وہی شان چاہیے
 اب نوح کو نجات کا سامان چاہیے
 کشتی ہو بادباں ہو نگہبان چاہیے
 کشتی کے تیرنے کو بھی طوفان چاہیے
 لیکن یہ معجزہ ہے شرِ مشرقین کا
 خشکی پہ تیرتا ہے سفینہ حسین کا

بے شک مزاجِ نوح کا تو حوصلہ بھی دیکھ
 طوفانِ غم سے اس کو الجھتا ہوا بھی دیکھ
 لیکن سوئے فرات و سر کر بلا بھی دیکھ
 یہ صبر و ضبط والی ارض و سما بھی دیکھ
 دیکھے یہ صبر و ضبط تو یزداں بھی رو پڑے
 وہ پیاس ہے کہ نوح کا طوفان بھی رو پڑے

اب نوح کے پسر کی بغاوت بھی دیکھئے
اپنے لہو میں فرق حرارت بھی دیکھئے
لیکن میرے حسین کی عظمت بھی دیکھئے
تاثیر تربیت کی یہ صورت بھی دیکھئے

میدانِ حرب و ضرب میں کیا نام کر گیا
ننھا سا شیر خوار بڑا کام کر گیا

ابراہیم اور حسینؑ

انصاف چاہتا ہوں میں دنیا کے ممتحن
صبرِ خلیل کے بھی سبھی زاویے تو گن
لیکن سکونِ شاہ بھی دیکھ امتحاں کے دن
سب کچھ لٹا کے بھی مرا مولا ہے مطمئن
اکبر وہ سو رہا ہے یہ اصغر کی قبر ہے
شبیر چپ کھڑے ہیں یہ معیارِ صبر ہے

بے شک ترے نبی کا مقدر چمک گیا
بیٹے کو لے کے موت کی سرحد تلک گیا
آنکھیں تھیں بند پھر بھی کلیجہ دھڑک گیا
تیرا خلیل ایک ذبیحہ پہ تھک گیا
کتنے حسین کتنے جوان کیا صبیح تھے
میرے خلیل کے تو بہتر ذبح تھے

اس سمت اک نبی کا ارادہ اٹل نہیں
 اس سمت وہ عمل کہ گھڑی کا خلل نہیں
 بیٹے کی لاش دیکھ کے ماتھے پہ بل نہیں
 برچھی کو کھینچنے کے لیے ہاتھ شل نہیں

برچھی کھنچی تو نبض زمانے کی رک گئی
 آنکھیں اٹھیں تو موت کی گردن بھی جھک گئی

یعقوبؑ اور حسینؑ

یعقوب کے لیے تو خدا کار ساز تھا
 گیارہ شمرتھے پھر بھی نہ دل سرفراز تھا
 یعقوب کو بس ایک ہی یوسف پہ ناز تھا
 لیکن حسینؑ کا بھی عجب امتیاز تھا
 اس شجرہٗ عظیم کے کیا برگ و بار تھے
 اکبر کے حسن پر کئی یوسف نثار تھے

پیری سے جب پسر کی جوانی پھٹ گئی
 اشکوں کی اک جھڑی تھی کہ پلوں پہ اڑ گئی
 دردِ فراق کی وہ سناں دل میں گڑ گئی
 اللہ کے نبی کی نظر ماند پڑ گئی
 لیکن حسینؑ تجھ پہ فنا کارگر نہ تھی
 بیٹوں کی موت پر بھی تری آنکھ تر نہ تھی

موسیٰ اور حسینؑ

موسیٰ کلیم وقت تھا، محبوب خاص و عام
 قائم تھا اس کا بھی ید بیضا سے احترام
 ہاں اک عصا بھی تھا جو بنا تیغ بے نیام
 لیکن جو نور طور پہ اس سے تھا ہم کلام
 وہ نورِ پنجتن تھا، رہ مستقیم تھا
 شبیر اس کا پانچواں جزو عظیم تھا

عیسیٰ اور حسینؑ

عیسیٰ بھی ہے خدا کا بڑا مقتدر نبی
 بخشی ہے اس کی سانس نے مردوں کو زندگی
 لیکن حسینؑ کس سے بیاں ہو یہ برتری
 عیسیٰ ہے تیرے آخری نائب کا مقتدی
 جس خاک پر حسین تو سجدہ ادا کرے
 اس خاک سے مسیح بھی حاصل شفا کرے

محمدؐ اور حسینؑ

سن لو حدیثِ ختمِ رسل پیکرِ حشم
لوگو یہی حسینؑ ہے ہم سے اسی سے ہم
ہر چند بے مثال نبی ہیں شہِ ام
لیکن خطا معاف یہ آگے ہے دو قدم
رکھی بنائے دیں شہِ بدر و حنین نے
لیکن کیا ہے دیں کو مکمل حسینؑ نے

علیؑ اور حسینؑ

دوشِ نبیؐ کہاں یہ سناں کی فضا کہاں؟
بستر کہاں نبیؐ کا؟ یہ دشتِ بلا کہاں؟
غیظ و غضب کہاں وہ یہ دستِ دعا کہاں؟
خندق کہاں یہ رزمِ گہِ کربلا کہاں؟
پیا سے کا نام ایک ہی سجدے سے چڑھ گیا
بیٹے کا وارِ باپ کی ضربت سے بڑھ گیا

بتولؑ اور حسینؑ

صورت اگر ہے عرض تو جوہر ہیں خدو خال
جس طرح سے ہے ذہن ”صدف“ اور گہر خیال
شبیر و فاطمہؑ میں بھی بہتر ہے یہ مثال
معدن ہیں فاطمہؑ تو گہر فاطمہؑ کا لال
بیٹے کی تربیت ہے سدا والدین سے
پرکھا گیا بتولؑ کو اکثر حسینؑ سے

حسنؑ اور حسینؑ

اب فرق بھائیوں کا خیالوں میں کیا ہو بند
وہ بھی فلک نشیں ہے تو یہ بھی بہت بلند
لیکن بقدر شوق یہ کہتا ہوں حرف چند
وہ روح انقلابؑ حسینؑ عافیت پسند
جس طرح کی بہار کو نسبت چمن سے ہے
نسبت وہی حسینؑ کو اپنے حسن سے ہے

عباسؑ

عباس چرخ پر مہ کامل کا نام ہے
عباس بحر شوق کے ساحل کا نام ہے
عباس ضبط درد کے حاصل کا نام ہے
عباس کارواں نہیں منزل کا نام ہے

قرآن جب حسین بنا، دین بن گیا
عباس اس میں سورہ یٰسین بن گیا

عباس بے مثال دلاور کا نام ہے
عباس بحر حق کے شناور کا نام ہے
عباس دیں کے درد کے یاور کا نام ہے
عباس صبح صبر کے خاور کا نام ہے

خالق تو لاشریک ہے اجر شوال دے
عباس کی وفا کی بھی کوئی مثال دے

عباس اہل تیغ بھی اہل قلم بھی ہے
عباس وقف غم بھی علاجِ الم بھی ہے
عباس دل کا ناز بھی دیں کا بھرم بھی ہے
عباس تاجدارِ صریر و علم بھی ہے
عباس کا کرم ہے خزانہ بہار کا
عباس کا غضب ہے غضب کردگار کا

عباس حسن دین پیہر کی آبرو
عباس کی وفا کا تسلط ہے کوہِ کو
باطل کے سامنے ہو یہ کیونکر نہ سرخرو؟
اسلام کی رگوں میں ہے عباس کا لہو
جب بھی کسی جری کو حسیں تخت و تاج دے
عباس کی وفا کو زمانہ خراج دے

عباس حرب و ضرب کی دنیا کا تاج ور
عباس دین حق کے لیے مژدہ سحر
کھیلے نہ کیوں قضا کے سلاسل سے بے خطر
عباس نچتن کی دعاؤں کا ہے اثر
اس کو جھکا سکے گا کوئی کیسے فرش پر
عباس کے علم کا پھریرا ہے عرش پر

توقیر بابِ علم و فقیہِ فلک مقام
تاخیر دستِ حیدر و تزئینِ صبح و شام
ادراکِ انبیاء میں دھڑکتا ہوا کلام
پانی سے بے نیاز ہے عباسِ تشنہ کام
عباس ہے انا کا سمندر بنا ہوا
دریا تو شرم سے ہے زمیں پر بچھا ہوا

قصرِ شعور دیں میں ہے عباس وہ چراغ
جس کے مقابلے میں ہے سورج بھی داغ داغ
عباس کی مہک سے مہکتا ہے جاں کا باغ
شبیر دل ہی دل ہے تو عباس ہے دماغ
اس کی عطا سے نبضِ مودت رواں ہوئی
عباس کے کرم سے شریعت جواں ہوئی

چہرہ ہے یا فلک پہ چمکتا ہے آفتاب
نقشِ قدم کی خاک میں چھپتا ہے انقلاب
عباس کی رگوں میں جوا بھرا ہے اضطراب
سہمی ہوئی ہے موت تہِ سایہ رکاب
عباس جب بھی اذنِ روانی عطا کرے
دریا مچل کے شکر کے سجدے ادا کرے

جرات کی ابتدا بھی یہی انتہا بھی ہے
عباس دو جہاں میں مرا آسرا بھی ہے
تاخیر التماس دعا بھی دعا بھی ہے
بندہ بھی رب کا ہے یہی ربِ وفا بھی ہے
ہے دیں اسی کے در کا نمازی بنا ہوا
ہو کر شہید بھی یہ ہے غازی بنا ہوا

سب زمینیں، شجر، بستیاں، رہگذر رقص کرتی ہوائیں، سمندر ترے
 آج کی شب ستاروں کے سب ذائقے، جگنوؤں کی قطاروں کے اندر ترے
 موت کی دیویاں ہیں کینریں تری، زندگی کے سچیلے سکندر ترے
 تیرے خالق کی نصرت ترے ساتھ ہے اور دعا گو ہمارے قلندر ترے
 چھین لے دشمنوں کی یہ بیٹائیاں روزِ روشن میں نازل سیہ رات کر
 زندگی کیا ہے خود موت پاؤں پڑے آج چنگاریوں کی وہ برسات کر

سن، کسی کی نہ سن، ایک ہی دھن کو بن اور چن چن کے مغرور سر کاٹ دے
 سنسناتی ہوئی سب سروں سے گرزوار سینے پہ کر اور جگر کاٹ دے
 نوک سے روک لے وقت کی گردشیں، دستِ شام و وجودِ سحر کاٹ دے
 آج جبریل بھی پر بچھائے اگر، تو رعایت نہ کر اس کے پر کاٹ دے
 کبریا کا غضب بن کے اتر اہوں میں میرے چہرے پہ جذبات کا رنگ ہے
 میرے قبضے میں نبضیں ہیں تقدیر کی میری تاریخ کی اولیں جنگ ہے

صفین

دُخترِ برق رنج و محسن بن کے تن ہر بدن میں اجل کی اگن گھول دے
 لشکروں کا جگر چیر، مستی میں آ، زلزلوں کی طرح گھن گھن گھول دے
 منکروں کے لہو کی ہر اک موج میں اپنے ماتھے کی ہر اک شکن گھول دے
 اپنے اعداء کے سر آسماں پر اڑا، آبِ دجلہ میں ان کے کفن گھول دے
 دیکھ بزمِ شجاعت کا ہر تاجوز، تیرے نزدیک ہے اور مرے پاس ہے
 یوں لڑیں، دشمنوں کو گماں تک نہ ہو، یہ علی لڑ رہا ہے کہ عباس ہے

میمنہ میں اتر، میسرہ سے ابھر، قلبِ لشکر پہ بجلی گرا جھوم کر
 دشمنانِ علی کے پرچے اڑا، ان کی لاشوں کو دوزخ کا مقوم کر
 اب نقابیں الٹ کر پلٹ دے صفیں، ہر منافق کا شجرہ بھی معلوم کر
 بن کے زیرِ اجل آج میداں میں ڈھل میرے بابا کے نقشِ قدم چوم کر
 دیکھ سستی نہ کر موت کی ہم سفر ہر طرف سے دعاؤں کی برسات ہے
 تیری ہر ضرب پر آج خیر شکن داد دینے کو آئے تو پھر بات ہے

ملکیت العرب (خدیجہ الکبریٰ)

فلک نشاں عرش مرتبت کھکشاں قدم خوش نظر خدیجہ

بدن صداقت ہے سر خدیجہ صدف شرافت گہر خدیجہ

خدا کے دین میں کے زخموں کی دہر میں چارہ گر خدیجہ

وہ آل کی مادر گرامی رسول کی ہم سفر خدیجہ

اسی کے دم سے جہاں میں مہر و وفا کا چشمہ ابل رہا ہے

نبی کا دیں آج تک اسی محسنہ کے ٹکڑوں پہ پل رہا ہے

سنو اسی نے کیا مرتب نساء کا دستور حکمرانی

بڑے سلیقے سے کر گئی ہے ربخ رسالت کی پاسبانی

سنوادی اس کی تربیت نے کچھ اس طرح حق کی نوجوانی

پیہیری خود پکار اٹھی ترا کرم تیری مہربانی

جو تو نہ ہوتی تو کون مشکل میں دیں کی مشکل کشائی کرتا

ترے سوا کون بے نوا کبریا کی یوں ہمنوائی کرتا

جہان باطل کی ظلمتوں میں مثال شمع حرم خدیجہ

عرب کے صحرا میں چھا گئی بن کے عکس ابر کرم خدیجہ

ازل سے لے کر ابد تلک دین حق کا ہے اک بھرم خدیجہ

تمام ازواج انبیاء میں ہے اس لیے محترم خدیجہ

کسی کا شوہر نہیں ہے ختم رسل شہ مشرقین جیسا

نہیں ہے بیٹی بتول جیسی نہ ہے نواسہ حسین جیسا

عرب کے راجہ کے من کی دیوی عجم کے سلاطین کی شاہزادی

اسی کے دم سے ہوئی منور حجاز کی بے چراغ وادی

اس کی اک شاخ کے ثمر ہیں حریم حق کے تمام ہادی

کبھی مسائل کو حل کیا ہے کبھی مصائب پہ مسکرا دی

یہ مسکرا دی تو مسکراہٹ کا نام قرآن ہو گیا ہے

اسی کا دامن بکھر کے دنیا میں آل عمران ہو گیا ہے

کہاں یہ ممکن ہے خود پرستی کے دور میں ہو خدا پسندی

مگر خدیجہ نے دشت زر میں بھی کی ہے عقبی کی خشت بندی

یہی خدیجہ ہے جس کو حاصل ہے مصطفیٰ کی نیاز مندی

جو منصفی ہو تو کم نہیں ہے کسی سے رتبے کی یہ بلندی

ابھی یہ رتبہ کچھ اور اونچا بحکم رب جلیل ہوگا

بروز محشر اسی کا داماد ساقی سلسبیل ہوگا

خدا کے محبوب کے خدوخال پر غضب کا شباب آیا
 شباب آیا تو سر زمین عرب میں اک انقلاب آیا
 مثال یہ ہے کہ دوپہر کی حدوں پہ جب آفتاب آیا
 سوال بننے لگی رسالت تو پھر مکمل جواب آیا
 پیسیری جنس بے بہا تھی مگر یہ سودا بھی نقد ہوگا
 درود پڑھ لو کہ مصطفیٰ کا ابھی خدیجہ سے عقد ہوگا

شفق شفق ہے زمیں کا چہرہ فلک سے تارے اتر رہے ہیں
 ہوا میں خوشبو رچی ہوئی ہے فضا میں غنچے بکھر رہے ہیں
 یہ صف بہ صف انبیاء کے جھرمٹ سبھی کے چہرے نکھر رہے ہیں
 یہاں لکیریں بدل رہی ہیں وہاں مقدر سنور رہے ہیں
 قضا کی مسند پہ اب جو بیٹھا وہی جناب خلیل ہوگا
 گلابیاں جو چھڑک رہا ہے وہ دیکھنا جبریل ہوگا

جناب یعقوب کی بصیرت تمام محفل میں بٹ رہی ہے
 وہ دوز یوسف کی نوجوانی نقاب رخ سے الٹ رہی ہے
 تمام عالم کی چاندنی ایک دائرے میں سمٹ رہی ہے
 یہ بزم کی بزم کس لیے آج رنگ و نکہت سے اٹ رہی ہے
 یہ کن کے قدموں کی خاک عیسیٰ خود اپنی آنکھوں پہل رہے ہیں
 یہی تو ہیں جن کی دست بوسی کو انبیاء بھی مچل رہے ہیں

یہ آل ہاشم کا آسرا ہے یہ چشم انسانیت کا تارا
 یہ پاسبان حریم وحدت یہ بحر انصاف کا کنارہ
 یہ زمزمہ خوان آب زمزم خدا کے گھر کا اٹل سہارا
 عجم کے ماتھے کا شوخ جھومر عرب کی دھرتی کا اک دلار
 جناب عمراں ہے نام اس کا یہ فطرتاً مہربان ہوگا
 یہ کل ایماں کی سلطنت کا عظیم تر حکمران ہوگا

وہ دیکھ عقد نبی کا خطبہ جناب عمراں پڑھا رہے ہیں
 مزاج توحید وجد میں ہے تو انبیاء مسکرا رہے ہیں
 ادب سے حوریں ہیں سر بہ زانو ملک فلک کو سجا رہے ہیں
 مگر مجھے اس گھڑی سقیفہ کے کھیل کچھ یاد آ رہے ہیں
 اگر صداقت جناب عمراں کی حق و باطل کی حد میں ہوگی
 تو یاد رکھنا کہ خود نبوت تمہارے فتوؤں کی زد میں ہوگی

اگر مسلمان نہیں ہے عمراں تو پھر نکاح رسول باطل
 اگر نکاح رسول باطل تو دیں کا رد و قبول باطل
 جو دیں کا رد و قبول باطل تو پھر فروع و اصول باطل
 اگر فروع و اصول باطل تو آدمیت فضول باطل
 جسے بھی عمراں کے دیں کو تشکیک کا ہدف بنانے کا شوق ہوگا
 وہ سوچ لے حشر تک اسی کے گلے میں لعنت کا طوق ہوگا

ادھر وہ ہاشم کا لخت دل ہے، ادھر خویلد کی آبرو ہے
 ادھر ہے اخلاق کا سمندر، ادھر محبت کی آبرو ہے
 ادھر ازل سے امین و صدیق، ادھر حقیقت کی جستجو ہے
 یہ دونوں معصوم یوں ملے ہیں شرف شرافت کے روبرو ہے
 کھنچا ہوا ہے افق سے تا بہ افق خط مستقیم ایسا
 کہاں ہے تصویر صدق ایسی کہاں ہے در یتیم ایسا

پیمبریٰ پر ترے کرم کی کہانیاں ہیں طویل بی بی
 مگر میری زندگی کی مدت ہے ایک پل سے قلیل بی بی
 کھلے ہیں جس میں کنول حیا کے تو ہے وفا کی وہ جھیل بی بی
 یہ حد نہیں ہے کہ تیرے در کا غلام ہے جبریل بی بی
 مری جبین تیرے آستان کے سوا کسی در پہ خم نہیں ہے
 کہ تیرے نقش قدم کی مٹی بھی آسمانوں سے کم نہیں ہے

قصیدہ جناب امام زین العابدین علی بن حسینؑ

وہ علی عابد بنی ہاشم کی غیرت کا نشان
 جس نے اپنی پشت پر لکھی وفا کی داستاں
 کاروانِ آدمیت کا امیر کارواں
 جس کے قدموں کو مسلسل چومتی تھیں بیڑیاں
 کیوں زباں تر سے نہ اس کی مدح خوانی کے لیے
 جس کو زینب نے چنا ہو سار بانی کے لیے

وہ امامت کے صدف کا ایک تابندہ گہر
 شجرہ حق کی مقدس شاخ کا چوتھا ثمر
 جس نے بانٹیں علم کے در کی شعاعیں در بدر
 مسکرا دیتا تھا جو تازہ مصیبت دیکھ کر

پتھر کی بارشوں میں بھی جسے نیند آ گئی
 لشکرِ باطل پہ جس کی ناتوانی چھا گئی

جس کی آنکھوں میں سدا رہتی تھی اشکوں کی جھڑی
 ڈھونڈتی رہتی تھی جس کو امتحانوں کی گھڑی
 گھوم کر ٹوٹی سرِ باطل پہ جس کی جھٹکڑی
 وہ کہ جس کے حوصلوں پر خود مصیبت رو پڑی
 جس جگہ بھی اس شہنشاہ کے سپاہی اڑ گئے
 زندگی کیا موت کے ماتھے پہ بھی بل پڑ گئے

جو مکمل کر گیا دیں کے ادھورے کام کو
 جس نے مٹی میں ملا ڈالا امیرِ شام کو
 جس کی بیماری نے بخشی ہے شفا اسلام کو
 جس نے جھک جھک کر کیا اونچا خدا کے نام کو
 جس نے باطل کی زمیں میں بیجِ حق کا بو دیا
 جس کی آنکھوں کے لہو نے حرفِ بیعت دھو دیا

ایک قیدی اک حکومت کے مقابل ہو تو یوں
 اک برہنہ پا مسافر میر منزل ہو تو یوں
 ایک غیرت مند حق گوئی میں کامل ہو تو یوں
 ایک بیٹا باپ کی مسند کے قابل ہو تو یوں
 دیکھ لو بھرتے ہیں یوں بجلی خس و خاشاک میں
 یوں ملاتے ہیں غرورِ آمریت خاک میں

جسم زنجیروں کی زد میں لب پہ شکرِ کردگار
 بیڑیاں پاؤں میں ہاتھوں میں زمانے کی مہار
 آنکھ زنداں پر تسلط میں رخِ لیل و نہار
 قیدیوں کا ہم سفر لیکن خدائی کا وقار
 جو بچھا دے اپنی زنجیروں کا بستر فرش پر
 جس کے سجدوں سے زمیں ہنس دے فرازِ عرش پر

ڈھل رہے ہیں جس کے آنسو رحتوں کے ابر میں
 دفن کرتا تھا جو زندہ قاہری کو قبر میں
 زلزلہ جس نے کیا پیدا وجودِ جبر میں
 جس کی خاموشی ہے اک معیار اب تک صبر میں
 جو حسینی صبر اب تک دین کی بنیاد ہے
 انتہا اس صبر کی زینبؑ نہیں سجاد ہے

قدموں پہ سدا گردنِ افلاک بھی خم ہے
 ہے امرِ اولی الامر کہ تصویر ہو زندہ
 عیسیٰ سے کہو آئے مقابل میں جو دم ہے
 جاں بچ کے خالق سے ترا نام خریدا
 یہ ذکرِ علیؑ آج بھی قرآن میں رقم ہے
 پھولوں سے بھری رت سے ترا عکس تبسم
 برسات کا موسم بھی ترا دیدہ نم ہے

خورشید
 بے خوف
 اسرار
 دھرتی

مختار کو
 لیکن ہم
 اب تک
 محشر میں

جس کی آنکھوں میں سدا رہتی تھی اشکوں کی جھڑی
 ڈھونڈتی رہتی تھی جس کو امتحانوں کی گھڑی
 گھوم کر ٹوٹی سرِ باطل پہ جس کی ہتھکڑی
 وہ کہ جس کے حوصلوں پر خود مصیبت رو پڑی
 جس جگہ بھی اس شہنشاہ کے سپاہی اڑ گئے
 زندگی کیا موت کے ماتھے پہ بھی بل پڑ گئے

جو مکمل کر گیا دیں کے ادھورے کام کو
 جس نے مٹی میں ملا ڈالا امیرِ شام کو
 جس کی بیماری نے بخش ہے شفا اسلام کو
 جس نے جھک جھک کر کیا اونچا خدا کے نام کو
 جس نے باطل کی زمیں میں بیج حق کا بودیا
 جس کی آنکھوں کے لہو نے حرفِ بیعت دھو دیا

ایک قیدی اک حکومت کے مقابل ہو تو یوں
 اک برہنہ پا مسافر، میر منزل ہو تو یوں
 ایک غیرت مند، حق گوئی میں کامل ہو تو یوں
 ایک بیٹا باپ کی مسند کے قابل ہو تو یوں
 دیکھ لو بھرتے ہیں یوں بجلی خس و خاشاک میں
 یوں ملا تے ہیں غرورِ آمریت خاک میں

جسم زنجیروں کی زد میں لب پہ شکرِ کردگار
 بیڑیاں پاؤں میں ہاتھوں میں زمانے کی مہار
 آنکھ زنداں پر تسلط میں رخِ لیل و نہار
 قیدیوں کا ہم سفر لیکن خدائی کا وقار
 جو بچھا دے اپنی زنجیروں کا بستر فرش پر
 جس کے سجدوں سے زمیں ہنس دے فرازِ عرش پر

ڈھل رہے ہیں جس کے آنسو رمتوں کے ابر میں
 دفن کرتا تھا جو زندہ قاہری کو قبر میں
 زلزلہ جس نے کیا پیدا وجودِ جبر میں
 جس کی خاموشی ہے اک معیار اب تک صبر میں
 جو حسینی صبر اب تک دین کی بنیاد ہے
 انتہا اس صبر کی زینبؑ نہیں سجاد ہے

قصیدہ جناب امام زین العابدین علیہ السلام

نکھرے ہوئے کردار کا قرآن ہے سجاؤ
سرچشمہ دیں عظمتِ ایمان ہے سجاؤ
تقدیرِ علیؑ قسمتِ عمرانؑ ہے سجاؤ
اسلام کی تاریخ کا عنوان ہے سجاؤ
یہ شہر فضائل ہے مصائب کا جہاں ہے
تکبیرِ نبوت ہے امامت کی ازاں ہے
انسان کے احساس کی معراج ہے سجاؤ
جذبات کی تقدیر کا سرتاج ہے سجاؤ
مظلوم کی آنکھوں میں مکیں آج ہے سجاؤ
کب تیرے مرے ذکر کا محتاج ہے سجاؤ
جب تک ہے جہاں میں حق و باطل کا فسانہ
سجاد کے سجدوں کو نہ بھولے گا زمانہ

قصیدہ حضرت امام رضا علیہ السلام

یہ رنگ یہ رم جھم یہ برستی ہوئی
کھلتے ہوئے ریشم کی طرح رات
دیکھے ہوئے جذبوں سے مہ و سال
یہ گلینِ یاقوت میں بکھرے ہوئے
یہ خاتمِ انگشتِ شب و روز کی
یہ بارشِ فیروزہ و الماس لہری
ہستی کے خدوخال پہ الہام کے
مستی میں یہ بجتے ہوئے الفاظ کے
یہ وجد کا عالم ہے کہ دل پر نہیں
پلکوں کے غلافوں میں ستارے ہیں

الفاظ ہیں کم قیمت و کم قامت و کم رو
 اک وہ کہ زبانوں کی رسائی سے ہے بالا
 اک میں کہ مجھے ٹھیک سے آتی نہیں اردو
 اے رب زباں خالقِ اقلیم تخیل
 اے صاحبِ قرآن کے لیے قوتِ بازو
 اے تو کہ ترا نطق ہوا نہجِ بلاغت
 دے میرے تکلم کو بھی طرمح کی خوبو
 خود لفظ ترے اذنِ سلونی کا ہے محتاج
 الفاظ و مفہیم کا محتاج نہیں تو
 بہتر ہے کہ اب قافیہ تبدیل کروں میں
 پھر فطرتِ الفاظ بدلنے لگی پہلو
 دے اذن کہ تو صاحبِ اسرارِ قلم ہے
 یہ شب تو شبِ مدحتِ سلطانِ عجم ہے
 سلطانِ عجم صاحبِ ولداری کونین
 مختارِ ازل قافلہ سالارِ ام ہے
 کہنے کو علیؑ نامِ رضاؑ کامِ شفاعت
 غربت میں بھی سلطانِ شب و روزِ ارم ہے

پیکر ہے کہ انصافی کا فلک بوس منارہ
 سایہ ہے کہ اک ابر سرِ صحنِ حرم ہے
 زلفیں ہیں کہ کعبے میں شبِ قدر کی آیات
 چہرہ ہے کہ دیباچہ آئینِ کرم ہے
 آنکھیں ہیں کہ ثقلین کی بخشش کی سیلیں
 ماتھا ہے کہ سرنامہٗ تعظیمِ ام ہے
 رخسارِ معابد ہیں مہ و مہر وفا کے
 کردار کی عظمت میں رسولوں کا حشم ہے
 رفتارِ قیامت کو بھی تعظیم سکھائے
 کونین کی شاہی کا فسوں زیرِ قدم ہے
 بازو ہیں کہ وحدت کی حکومت کی حدیں ہیں
 قد ہے کہ سرِ عرش بریں حق کا علم ہے
 شانے ہیں کہ انساں کی شرافت کے خزانے
 سینہ ہے کہ اک صفحہٗ تاریخِ قدم ہے
 ہاتھوں کی لکیریں ہیں کہ کوثر کی شعاعیں
 ناخن کی چمک رشکِ رُخ شیشہٗ جم ہے
 ملبوس کی ہر تہہ سے دھنک رنگ چرائے

قدموں پہ سدا گردنِ افلاک بھی خم ہے
 ہے امرِ اولی الامر کہ تصویر ہو زندہ
 عیسیٰ سے کہو آئے مقابل میں جو دم ہے
 جاں بچ کے خالق سے ترا نام خریدا
 یہ ذکرِ علیؑ آج بھی قرآں میں رقم ہے
 پھولوں سے بھری رت سے ترا عکس تبسم
 برسات کا موسم بھی ترا دیدہ نم ہے

مختارِ آلِ محمد

خورشیدِ شجاعت کی کرن ہے مرا مختار
 بے خوف خیالوں کا بدن ہے مرا مختار
 اسرارِ عقیدت کا چمن ہے مرا مختار
 دھرتی پہ دلیری کا گنگن ہے مرا مختار
 مختار کی ہیبت ہے وہ اربابِ ستم میں
 رعبہ نظر آتا ہے مورخ کے قلم میں

مختار کو ہم لوگ بڑھاتے نہیں حد سے
 لیکن ہمیں نفرت ہے زمانے کے حسد سے
 اب تک جو سرافراز ہو سرور کی مدد سے
 محشر میں ملے داد جسے حق کے اسد سے
 ایسا کوئی ساونت جریٰ حر نہیں دیکھا
 مختار سا پھر کوئی بہادر نہیں دیکھا

قدموں پہ سدا گردنِ افلاک بھی خم ہے
 ہے اہرِ اولی الامر کہ تصویر ہو زندہ
 عیسیٰ سے کہو آئے مقابل میں جو دم ہے
 جاں بچ کے خالق سے ترا نام خریدا
 یہ ذکرِ علیؑ آج بھی قرآن میں رقم ہے
 پھولوں سے بھری رت سے ترا عکس تبسم
 برسات کا موسم بھی ترا دیدہ نم ہے

مختارِ آلِ محمد

خورشیدِ شجاعت کی کرن ہے مرا مختار
 بے خوف خیالوں کا بدن ہے مرا مختار
 اسرارِ عقیدت کا چمن ہے مرا مختار
 دھرتی پہ دلیری کا گنگن ہے مرا مختار
 مختار کی بیبت ہے وہ اربابِ ستم میں
 رعشہ نظر آتا ہے مورخ کے قلم میں

مختار کو ہم لوگ بڑھاتے نہیں حد سے
 لیکن ہمیں نفرت ہے زمانے کے حسد سے
 اب تک جو سرفراز ہو سرور کی مدد سے
 محشر میں ملے داد جسے حق کے اسد سے
 ایسا کوئی سادنت جریٰ حرنہیں دیکھا
 مختار سا پھر کوئی بہادر نہیں دیکھا

بجلی کو کبھی گر کے پلٹتے ہوئے دیکھو
یا جنگ میں دھرتی کو الٹتے ہوئے دیکھو
طوفان کبھی قطروں میں سمٹتے ہوئے دیکھو
چڑیوں پہ عقابوں کو جھپٹتے ہوئے دیکھو
جوئے جو کبھی موت کوئی زرد سا ماتھا
تم سوچنا مختار کی تلوار میں کیا تھا

اے قسمت اسلام کے منحوس ستارو
طغیانی تشلیک کے بہتے ہوئے دھارو
اے مکہ تہ خاک سقیفہ کے کنارو
چہروں سے ریا پاش نکالیں تو اتارو
پہلے کسی ملعون کی تائید کرو تم
پھر شوق سے مختار پہ تنقید کرو تم

مختار کا چہرہ ہے کہ صبحوں کا ورق ہے
ماتھا ہے کہ اک صفحہ انجیل ادا ہے
رخسار کی رنگت ہے کہ اعجازِ شفق ہے
ہونٹوں پہ دھنک ہے کہ یہ دیباچہ حق ہے
حملے ہیں کہ آثارِ پیغمبر کی دعا کے
مختار کے بازو ہیں کہ پرچم ہیں قضا کے

آنکھیں ہیں کہ فانوس رخِ عرشِ بریں پر
پلکیں ہیں کہ جھومر ہیں ستاروں کی جبیں پر
زلفیں ہیں کہ بادل سے رخِ مہرِ مہیں پر
ہیبت ہے کہ اک حشر سا کونے کی زمیں پر
یہ پھول یہ جگنو یہ فلک تاب ستارے
مختار کی تلوار سے جھڑتے ہیں شرارے

۱۵۱
پہلے یہ ضد تھی خواب میں دیکھیں گے خلد کو
اب ضد یہ ہے کہ خلد میں جاگیں گے خواب سے
محسن بہشت مولا علیؑ کی ولا سے ہے
میں نے یہی پڑھا ہے خدا کی کتاب سے

خاکِ دربو تراب

۱۵۰
کیا خاک وہ ڈریں گے لحد کے حساب سے
منسوب ہیں جو خاکِ دربو تراب سے
مشکل کشا ہیں پاسِ فرشتو ادب کرو
مشکل میں ڈال دوں گا سوال و جواب سے
خیبر میں دیکھنا یہ ہے جبریل یا اجل؟
لپٹا ہوا ہے کون علی کی رکاب سے
جو ”یا علی مدد“ کو گنہ کہہ کے چڑ گئے
وہ بے خبر ہیں میرے گنہ کے ثواب سے

۱۵۲

قطعات



روح ازاں ہے باپ تو بیٹا نماز دیں
مسجد علی کی ہے تو مصلیٰ حسینؑ کا
جاگیر کبریا ہوئی تقسیم اس طرح
کعبہ علیؑ کا، عرش مصلیٰ حسینؑ کا



وہ موج میں ہے جس کو ملا ہے غم حسینؑ
قصر ارم تو اس کے لیے سنگ و خشت ہے
جس سلطنت پہ راج ہو میرے حسینؑ کا
اُس سلطنت کا ایک جزیرہ بہشت ہے



منصب کا اشتیاق نہ پروائے تخت و تاج
تیرا ہر اک غلام بڑی تمکنت میں ہے
جنت میں کون جائے گا تیری رضا بغیر
جنت بھی اے حسینؑ تیری سلطنت میں ہے



انگشتی ہے دیں کی، نگینہ حسینؑ کا
خیرات میں بھی دیکھ قرینہ حسینؑ کا
سورج پہ سوچ، چاند ستاروں پہ غور کر
تقسیم ہو رہا ہے پسینہ حسینؑ کا



اپنی تقدیر پہ سایہ ہے ترا ابن علیؑ
قافلہ گردشِ دوراں کا کہاں رکتا ہے؟
پرچمِ حضرتِ عباسؑ کا بوسہ لینے
سجدہ کرنے کو کئی بار فلک جھکتا ہے



صبر و سکوں کا ناز وہی دل کا چین ہے
مظلوم ہو کے بھی جو شہِ مشرقین ہے
پوچھی متاعِ دامنِ اسلام جب کبھی
اسلام کہہ اٹھا، مرا سب کچھ حسینؑ ہے



جو ناطقِ قراں نے دیا نوکِ سناں سے
پیغام وہ دنیا سے مٹے گا نہ مٹا ہے
قانونِ حسین ابنِ علیؑ بر سرِ صحرا
عباسؑ نے ہاتھوں کو قلم کر کے لکھا ہے



کوئی تو ہے جو ظلم کے حملوں سے دُور ہے
کوئی تو ہے جو ضبطِ وفا کا غرور ہے
اب تک جو سرنگوں نہ ہوا پرچمِ حسینؑ
اس پر کسی کے ہاتھ کا سایہ ضرور ہے



عباسؑ صحیفہ ہے امامت کے عمل کا
عباسؑ کی آواز ہے فرمانِ ازل کا
ہر ظلم کی تقدیر ہے جکڑی ہوئی اس میں
عباسؑ کا پنچہ بھی شکنجہ ہے اجل کا



انسان کو سکون سے رہنا سکھا دیا
ہنس ہنس کے ظلم و جور بھی سہنا سکھا دیا
شبیرِ تیری پیاس نے محشر کی شام تک
آنکھوں کی ہر فرات کو بہنا سکھا دیا



لحمہ لحمہ رُخ احساس کی ضو ہتی ہے
ریزہ ریزہ غم کونین کی لو ہتی ہے
پوچھ مت کتنی بلندی پہ ہے شبیر کی پیاس
اس کی تعریف میں کوثر کی زباں کتنی ہے



آنکھوں میں جاگتا ہے سدا غم حسینؑ کا
سینے میں سانس لیتا ہے ماتم حسینؑ کا
مٹی میں مل گئے ہیں ارادے یزید کے
لہرا رہا ہے آج بھی پرچم حسینؑ کا



دھوپ کی موج میں سورج کا بھی خوں ملتا ہے
سُگ میں پرچم احساس نگوں ملتا ہے ✓
ہاں مگر ابن علیؑ ایک شجر ہے ایسا!
جس کے سائے میں شریعت کو سکون ملتا ہے



اعمال میں ثبوتِ ولا ہے غم حسینؑ
نبیوں کی بندگی کا صلا ہے غم حسینؑ
دُشمنِ غم حسینؑ کے دوزخ کا رزق ہیں!
وہ موج میں ہے جس کو ملا ہے غم حسینؑ



حکمت کے آئینے کا سکندر ہے تو حسینؑ
بخشش کا ہے کنارِ سمندر ہے تو حسینؑ
اے وجہ ذوالجلال فاتحہ سے دور ہے
دل میں نہیں ہے روح کے اندر ہے تو حسینؑ



سورج ابھی نہ جا تو حد مشرقین سے
جبریل ایک پل کو ٹھہر تو بھی چین سے
اے موت سانس روک زمانے قیام کر
مصرفِ گفتگو ہے خدا خود حسین سے



مشکل ہے قرضِ ابنِ علیؑ کی ادائیگی
قدرت کو پھر ادھار نہ لینا پڑے کہیں
جنت تو کچھ نہیں مجھے ڈر ہے کہ حشر میں
اللہ کو اپنا عرش نہ دینا پڑے کہیں



ملنگوں کی نگاہوں میں عجب مستی نظر آئی
بلندی آسمانوں کی انہیں پستی نظر آئی
کبھی بہلول نے پیچی کبھی حزنِ خریدی ہے
خداوند تری جنت بڑی سستی نظر آئی



روزِ حساب سب کا سفر ہوگا مختلف
دوزخ میں کچھ گریں گے کئی سنگ و خشت میں
لیکن حسینؑ ہم ترے نوکر بروزِ حشر
جائیں گے کربلا سے گزر کر بہشت میں



ذرا احتیاط سے کام لے نہ زباں دراز ہو اس قدر
کہ حسینیت سے الجھ سکے ابھی تجھ میں اتنا تو دم نہیں
ہے عروج دیں گا میں یہی ہے نشانِ فتح میں یہی
اسے چشمِ بد سے نہ دیکھنا یہ علم ہے تیرا قلم نہیں



پھوٹا تھا جو کبھی کسی نیزے کی نوک سے
ہر عہد پر محیط وہی انقلاب ہے
ہر دور میں حسینؑ نے ثابت یہ کر دیا
ہر دور کے یزید کا خانہ خراب ہے



غربت ہے رشکِ بخت سکندر بنی ہوئی
صحرا کی تشنگی ہے سمندر بنی ہوئی
دیکھو سرِ حسینؑ کی بخشش کا معجزہ
نوکِ سناں ہے دوشِ پیمبرؐ بنی ہوئی



اب تک الجھ رہا ہے یزیدی ہجوم سے
 شبیرؑ تو نے دین کو غازی بنا دیا
 تجھ پر درود پڑھ کے پہنچتی ہے حق کے پاس
 تو نے نماز کو بھی نمازی بنا دیا



حسینؑ تری تعظیم جا بجا ہوگی
 یزیدیت تری تذلیل بر ملا ہوگی
 ہر ایک دل پہ لگی ہے غم حسینؑ کی مہر
 اگر شکست یہی ہے تو فتح کیا ہوگی



ممکن نہیں کسی سے عداوت حسینؑ کی
 سانسوں میں بٹ رہی ہے سخاوت حسینؑ کی
 بازار کے ہجوم سے کہہ دو کہ چپ رہے
 قرآن کر رہا ہے تلاوت حسینؑ کی



سکتے ہیں خواب دیں ہے کہ تعبیر کچھ کہے،
 قرآن دم بخود ہے کہ تفسیر کچھ کہے
 نوکِ سناں سے عرشِ تلک خامشی تو دیکھ
 خالق کو انتظار ہے شبیرؑ کچھ کہے



مرضی ہے تیری، فکر میں ترمیم کر نہ کر
سلطانِ عقل و عشق کو تسلیم کر نہ کر
بچپن میں دیکھ لے ذرا دوشِ رسولؐ پر
پھر تو مرے حسینؑ کی تعظیم کر نہ کر



علیؑ جو قبر میں آئے ہوئے ہیں، چین سے ہوں
یہ دل ہے رقص میں خوشبو کی ڈالیوں کی طرح
فرشتے بہر سفارش زمیں پہ بیٹھے ہیں
کس سخی کے مہذب سوالیوں کی طرح



کیا فکر جہاں نوکر سلطانِ وفا ہوں
میں قبر کی آغوش میں راحت سے رہوں گا
محشر کی تپش مجھ کو پریشاں نہ کرے گی
میں پرچمِ عباسؑ کے سائے میں رہوں گا



اس شان سے جانیں گے سرحشر بھی ہم لوگ
مولا تیری چاہت کا بھرم ہاتھ میں ہوگا
جھک جھک کے ملیں گے ہمیں دربانِ ارم خود
سینے میں ترا عشقِ علم ہاتھ میں ہوگا



واجب خدا کی ذات ہے ممکن حسینؑ ہے
 انسان کی نجات کا ضامن حسینؑ ہے
 جس سے شب سیاہ یزیدی لرز اٹھے
 خود اپنے دل سے پوچھ وہی دن حسینؑ ہے



تحت اثری ہے بغض علیؑ کی گھٹن کا روپ
 کوثر مرے حسینؑ کی بخشش کا نام ہے
 جنت علیؑ کے سجدہ وافر کی ہے زکوٰۃ
 دوزخ بتولؑ پاک کی رنجش کا نام ہے



بشر کا ناز، نبوت کا نور عین حسین
 جناب فاطمہ زہراؑ کے دل کا چین حسین
 کبھی نماز سے پوچھا جو رنج و غم کا علاج
 کہا نماز نے بے ساختہ حسینؑ! حسینؑ!



توحید کی چاہت ہے تو پھر کرب و بلا چل
 ورنہ یہ کلی کھل کے کھلی ہے نہ کھلے گی
 توحید ہے مسجد میں نہ مسجد کی صفوں میں
 توحید تو شبیرؑ کے سجدے میں ملے گی



بوقت مشکل، مرض کی حالت میں دشمنوں سے الجھ الجھ کر
کبھی تو میرے سخی سے دنیا میں تم کوئی کام لے کے دیکھو
یہ نام سن کر تو موت کے بھی نہ ہاتھ شل ہوں تو مجھ سے کہنا
کبھی مصیبت پڑے تو میرے حسین کا نام لے کے دیکھو



یہ بات یاد رکھ کہ عقیدے کی بات ہے
اس بات کا لقب ہی کلید نجات ہے
دوزخ منافقوں کی عبادت کا ہے جہیز
جنت علیؑ کے ذکر کی پہلی زکوٰۃ ہے



علیؑ اس شان سے نازل ہوئے ہیں
تخیر اک جہاں پر چھا گیا ہے
بتو! نکلو خدا کے گھر سے دیکھو
خدا کی شکل والا آ گیا ہے



اگر کسی دل میں بغض حیدر کی دھول ہوگی جناب والا
تو پھر عقیدے کی ہر ادبے اصول ہوگی جناب والا
اگر کسی سے بروز محشر خفا خفا ہو نبیؐ کی بیٹی
تو پھر بہشت بریں کی خواہش فضول ہوگی جناب والا



حسینؑ کے قدموں کی بچی دھول ہیں تارے
جنت کی فضا بنتِ پیبرؐ کے سبب ہے
ہے عرش محمدؐ کے فضائل کی بلندی
معراجِ ید اللہ کی زیارت کا لقب ہے



دست تاریخ کی پوشیدہ لکیریں تو پڑھو
ہر مسلمان کا مقوم ابو طالب ہے
کفر و ایمان کی سیہ بحث کہاں سے آئی
جبکہ اسلام کا مفہوم ابو طالب ہے



ضمیر ابن آدم میں شعاعِ نورِ ایمانی
نگہبانِ رسالت کے بس اک نقشِ قدم سے ہے
نہ ہوتا یہ مسیحا تو شریعت سانس نہ لیتی
دل اسلام کی دھڑکن ابو طالب کے دم سے ہے



اگر نہ صبر مسلسل کی انتہا کرتے
کہاں سے عزمِ پیبرؐ کی ابتدا کرتے
خدا کے دیں کو تمنا تھی سرفرازی کی
حسینؑ سر نہ کٹاتے تو اور کیا کرتے



نوکِ سناں پہ ہے سرِ مظلوم سرفراز
خنجرِ غرورِ ظلم کے سینے میں گڑ گیا
کہنے لگے حسینؑ کہ بول اے یزیدیت
بس ایک وار میں ترا چہرہ بگڑ گیا



کعبہ علیؑ کا مسجد و منبر علیؑ کے ہیں
ابدال و غوث و قطب و قلندر علیؑ کے ہیں
محشر میں اہلِ حشر پہ آخر کھلا یہ بھید
سوداگرانِ خلد گداگر علیؑ کے ہیں



دنیا و آخرت میں نہ بھوکے مرے گے ہم
غربت میں بھی نہ اپنے قدم ڈگمگائیں گے
بے روزگار ہو بھی گئے گر تو دیکھنا
جنت کے گھر کو بیچ کے روٹی کمائیں گے



چھینرو نہ مجھے اے مرے دلدار ملنگو
جو کچھ بھی تمہیں چاہیے ماحول سے لے لو
اس وقت میں نبیوں کے مسائل میں ہوں مصروف
جنت کی طلب ہے تو وہ بہلول سے لے لو



ہے علم و آگہی کا سمندر علیؑ کا نام
لیتے ہیں غوث و قطب و قلندر علیؑ کا نام
فرط ادب سے میرے فرشتے بھی جھک گئے
میں نے لیا جو قبر کے اندر علیؑ کا نام



جلائیں مردے ٹھوکر سے ابھاریں ڈوبتا سورج
جہاں میں بندگان باہنراہیے بھی ہوتے ہیں
علیؑ میرا خدا ہرگز نہیں لیکن بتا مجھ کو
خداوندِ خدائی میں بشر ایسے بھی ہوتے ہیں



اللہ رے بانگین ابو طالب کے لال کا
آئے تو مرتضیٰؑ نے ٹھکانہ کہاں لیا
بچپن کی پہلی ضد بھی نہایت حسین تھی
ملتی تھی جس سے شکل اسی کا مکاں لیا



غم حسینؑ کے آنسو ہیں اپنی آنکھوں میں
سجا کے جسم پہ ماتم کے داغ لائے ہیں
سنا تھا قبر کے اندر بڑا اندھیرا ہے
ہم اپنے ساتھ ہزاروں چراغ لائے ہیں



شبیر اگر دل میں ترا نقش قدم ہے
کچھ خوف ہے محشر کا نہ اعمال کا غم ہے
یہ بھید کھلا حر کے مقدر سے جہاں میں
جنت تو ترے ایک تبسم سے بھی کم ہے



ہری ہو کر مری شاخ تمنا اور ہلتی ہے
مودت کے چمن میں ہر کلی یک لخت کھلتی ہے
خدا برحق سہی لیکن پریشانی کے عالم میں
علی کا نام لینے سے بڑی تسکین ملتی ہے



اسلام کھو چکا تھا غرورِ یزید میں
کرتا نہ کربلا میں جو بیعت حسین کی
شک ہو تو اب بھی روح پیمبر سے پوچھ لے
رانج ہے دو جہاں میں شریعت حسین کی



خلد بریں کی راہ کا رہبر ہے تو حسینؑ
تسکینِ قلب و روح پیمبر ہے تو حسینؑ
کیونکر نہ تیرا ورد کرے دینِ نچتن
تسبیحِ فاطمہ کا مقدر ہے تو حسینؑ



اے کفر کے فتوؤں کی دکان کھولنے والو!
 بوسیدہ عقائد کے درو بام سنبھالو
 پھر شوق سے ہم اہل مودت سے الجھنا
 پہلے ذرا ایمان بزرگوں کا بچا لو



تو کفر کل کی ڈھال میں ایمان کل کا وار
 دوزخ کے راستے کا مسافر ہے تو کہ میں
 تو پیرو یزید میں نوکر حسین کا
 سچ سچ بتا کہ اصل میں کافر ہے تو کہ میں



اب بھی آتی ہے یہ آوازِ رباب
 عمر بھر دشت کو ترسیں بادل
 ڈر نہ جائے کوئی معصوم بدن
 قبر اصغر پہ نہ برسیں بادل



پانی پانی کر گئی دریا کو اک بچے کی پیاس
 تشنگی کو سانس لینے کا قرینہ آ گیا
 تیر کھا کر ہنس پڑا اصغر کچھ اس انداز سے
 شرم سے قاتل کے ماتھے پر پسینہ آ گیا



فرعونِ عصر نو کے نمک خوار نو کرو
جو تم کو غرق کر دے وہی نیل ہم بھی ہیں
اے ابرہہ کی فوج کے بدست ہاتھیو
انجام سوچ لو کہ ابائیل ہم بھی ہیں



ان کی فطرت ہے ہر اک مومن سے لڑنا بے سبب
ان سے پہلے بھی کئی شیطان صفت آئے گئے
یہ تو کیا ہیں غور سے دیکھا، تو ان کی بھیڑ میں
کچھ نبوت پر بھی شک کرتے ہوئے پائے گئے



ہر درد کے لبوں پہ سجا ہے دوا کا نام
حاجت سے پوچھ لے کبھی حاجت روا کا نام
تجھ کو یقین نہ ہو تو کبھی آزما کے دیکھ
مشکل کی موت ہے مرے مشکل کشا کا نام



ہر ایک اشکِ شبنمِ برگِ گلِ نجات
کالی قبا، لبادۂ عرشِ برین ہے
ماتم نہیں حسین کی عظمت کا طبل ہے
نوحہ نہیں ترانہء فتحِ مبین ہے



انسانیت کو روپ بدلنا سکھا دیا
 قطرے کو بحر تند میں ڈھلنا سکھا دیا
 تو نے بشر کی آبلہ پائی کو اے حسینؑ
 خنجر کی تیز دھار پہ چلنا سکھا دیا



حسینؑ جس کے گداگروں نے بہشت پہنچی زمین پر بھی
 حسینؑ جس کے علم کا سایہ رہے گا عرش برین پر بھی
 حسینؑ جس کے لہو کی جھلمل ہے کہکشاں کی جبین پر بھی
 حسینؑ جس کے عمل کی خوشبو برس رہی ہے یقین پر بھی



مولانا حسینؑ تیری مودت سے عہد ہے
 اس عہد پر حضور ہمیں اب غرور ہے
 ہم تیرے دشمنوں کو نہ بخشیں گے حشر تک
 اور حشر میں بھی ان سے الجھنا ضرور ہے



تاجدارِ قلب و جاں بحرِ سخا عباسؑ ہے
 پاسدارِ فاتحِ کرب و بلا عباسؑ ہے
 کیوں نہ ہو مقبول اس کا نام خاص و عام میں
 حیدر و حسنینؑ و زہراؑ کی دعا عباسؑ ہے



جو ناطق قرآن نے دیا نوکِ سناں سے
پیغام وہ دنیا سے مٹے گا نہ مٹا ہے
قانونِ حسین ابن علی برسر صحرا
عباس نے ہاتھوں کو قلم کر کے لکھا ہے



خیراتِ علم و بخشش محشر، متاعِ خلد
ملتی ہے بے دریغ یہ حسن نصیب ہے
جو کچھ بھی مانگنا ہے وہ حیدر کے در سے مانگ
یہ درِ خدا سے نہایت قریب ہے



شبیرؑ تو نے درد کا ایواں سجا دیا
صحرا کو مثل عرشِ معلیٰ بنا دیا
تجھ پر نماز ختم ہے اے دیں کے تاجدار
تیروں پہ تو نے اپنا مصلیٰ بچھا دیا



نیزے کی نوک دوشِ نبیؐ زینِ ذوالجناح
چھتی ہے اس طرح کی سواری حسینؑ کو
جس زندگی پہ سایہء ظلم یزید ہو
اس زندگی سے موت ہے پیاری حسینؑ کو



ہم حسابی نہ کتابی پہ خبر ہے اتنی
اپنے مومن کے لیے حق کے ولی آتے ہیں
زندگی وار کے اس واسطے پہنچے ہیں یہاں
قبر میں ہم نے سنا تھا کہ علیؑ آتے ہیں



حشر والو! ہمیں محشر کی ضرورت کیا تھی؟
چارہ ضعف بصارت کو چلے آئے ہیں
خوف دوزخ ہے نہ فردوس کا لالچ ہم کو
ہم تو مولّا کی زیارت کو چلے آئے ہیں



زمانے بھر میں ایسا کیسا گر کب ہوا پیدا؟
کسی کتکر کو چھو لے اور پل میں دُر بنا ڈالے
حسینؑ ابن علیؑ جیسا سخی، گر ہو تو لے آؤ
جواک چشمِ کرم سے مجرموں کو حر بنا ڈالے



غنچہ بنت اسد شیر جلی یاد آیا
حرزِ جاں روحِ ازاں حق کا ولی یاد آیا
جب کبھی ماہِ رجب صحنِ حرم سے گزرا
مسکراتے ہوئے کعبے کو علیؑ یاد آیا



لمحہ ابھر رہا ہے فروغ و اصول کا
منظر نکھر رہا ہے وہ رد و قبول کا
صف باندھ کر کھڑی ہیں جہاں کی حقیقتیں
تاریخ لکھ رہا ہے نواسہ رسول کا



عصر کی تشنہ لبی یاد آئی
وقت کی بو العجی یاد آئی
ابر برسا جو کہیں پر محسن
مجھ کو اولادِ نبی یاد آئی



یہی خیال مرے دل کا چین لگتا ہے
میں کیا کروں کہ یہی نورِ عین لگتا ہے
برا نہ مان کہ نیزے کی نوک پر مجھ کو
زمین پہ عرش سے اونچا حسین لگتا ہے



ترے دل میں کیسی گرہ پڑی تھی اس سے اتنا حسد ہے کیوں؟
جو نبی کی آنکھ کا نور ہے جو علی کی روح کا چین ہے
کبھی دیکھ اپنے خمیر میں کبھی پوچھ اپنے ضمیر سے
وہ جو مٹ گیا وہ یزید تھا جو نہ مٹ سکا وہ حسین ہے



عباسؑ کی وفا سے جسے بھی عناد ہو
اس کو خطاب کوئی و شامی دیا کرو
جب بھی مقابلے میں صفیں ہوں یزید کی
عباسؑ کے علم کو سلامی دیا کرو



عالم میں ہر سخی نے سوالی کے واسطے
ہاتھوں سے درخود اپنے خزانوں کے واکے
عباسؑ وہ سخی ہے کہ دنیا میں دین کو
ہاتھوں سمیت بھیک میں بازو عطا کیے



عمل کا زیب، شریعت کا زین کہتے ہیں
بطونِ قلب نبوت کا چین کہتے ہیں
جو سر کٹا کے جھکا دے سر غرورِ یزید
اسے سناں کی لغت میں حسینؑ کہتے ہیں



شجاعت کا صدف، مینارۃ الماس کہتے ہیں
غریبوں کا سہارا بے کسوں کی آس کہتے ہیں
یزیدی سازشیں جس کے علم کی چھاؤں سے لرزیں
اسے ارض و سما والے سخی عباسؑ کہتے ہیں



عباسؑ کی چاہت کا یہ عالم ہے جہاں میں
ہر سانس پہ لگتا ہے کہ نیزے کی انی ہے
دریا میں ابھرتی ہوئی موجوں کو ذرا دیکھ
یہ ماتم عباسؑ میں زنجیر زنی ہے



آنکھوں میں جاگتا ہے سدا غم حسینؑ کا
سینے میں سانس لیتا ہے ماتم حسینؑ کا
مٹی میں مل گئے ہیں ارادے یزید کے
لہرا رہا ہے آج بھی پرچم حسینؑ کا



سینے میں جو عباسؑ کے قدموں کی دھمک ہے
ہیبت کئی ذروں کی سرعرش تلک ہے
یہ کہہ کے گزرتا ہے گرجتا ہوا بادل
بجلی مرے عباسؑ کے لہجے کی کڑک ہے



وہ موج میں ہے جس کو ملا ہے غم حسینؑ
قصر ارم تو اس کے لیے سنگ و خشت ہے
جس سلطنت پہ راج ہے میرے حسینؑ کا
اس سلطنت کا ایک جزیرہ بہشت ہے



کب بشر واقف اسرارِ جلی بنتا ہے
مردے ٹھوکر سے جلانے تو ولی بنتا ہے
کوئی انساں شب ہجرت بڑے آرام کے ساتھ
بستر موت پہ سوئے تو علیؑ بنتا ہے



حادثے جب بھی مجھے رہ سے ہٹانے آئے
لوگ جب بھی مجھے مشکل میں ستانے آئے
میں نے گھبرا کے کہا مولا علیؑ اور کنی
انبیاء بڑھ کے مرا ہاتھ بٹانے آئے



لڑکھرائی جو زباں نطق جلی یاد آیا
کوئی مشکل جو پڑی حق کا ولی یاد آیا
زندگی بھر تو سخن کہہ کے مکرنا سیکھا
موت جب سامنے آئی تو علیؑ یاد آیا



بدلی مصیبتوں کی جو چھائی تھی چھٹ گئی
مشکل مری حیات کے رستے سے ہٹ گئی
میں نے علیؑ کا نام لیا جب جلال میں
گھبرا کے میری موت بھی واپس پلٹ گئی



کس نے کہا کہ مفتی و ملا کے شر میں آ؟
یا دشمن علیؑ کی حدودِ اثر میں آ
جنت خریدنے کو چلا ہے تو جانِ من!
بہلول کے سچے ہوئے ”نیلام گھر“ میں آ



قرطاسِ شفاعت کے سوا اور بھی کچھ مانگ
محشر میں مودت کی جزا اور بھی کچھ مانگ
جنت کا ہر اک گھر تیری جاگیر ہے لیکن
شبیر کے ماتم کا صلا اور بھی کچھ مانگ



نبضیں لرز رہی ہیں ضمیرِ حیات کی
سانسیں اکھڑ رہی ہیں دلِ کائنات کی
عباسؑ کے غضب کا اثر ہے کہ آج تک
ساحل سے دور دور ہیں موجیںِ فرات کی



کیوں کہہ رہے ہو رین بسیرا ہے زندگی
صحرائے کربلا کا سویرا ہے زندگی
ڈرتی ہے ان سے موت کہ جن کی نگاہ میں
عباسؑ کے علم کا پھریرا ہے زندگی



نہ پوچھ کیسے کوئی شاہِ مشرقین بنا
بشر کا حسن، عقیدت کا زیب و زین بنا
علی کا خون، لعابِ رسولِ شیرِ بتول
ملے ہیں جب یہ عناصر تو پھر حسین بنا



پڑا جو عجب تو سب قیل و قال بھو گئے
چلا دماغ کچھ ایسا کہ چال بھول گئے
لحد میں ہم نے جو مولا علی کا نام لیا
قسم خدا کی فرشتے سوال بھول گئے



چھانی تھا ظلم و جور سے جادہ حسین کا
اپنے لہو میں تر تھا لبادہ حسین کا
لیکن اصول دیں گو سچانے کے واسطے
باطل پہ چھا گیا ہے ارادہ حسین کا